ماہنامہ
جہدِ حق

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق

HRCP

Monthly JUHD-E-HAQ - January-2018 - Registered No. CPL-13

جلدنمبر25......شمارہ نمبر01 ...... جنوری 2018

جبری گمشدگیوں کے دور میں انسانی حقوق کا سوال

16 دسمبر 2017، اسلام آباد:

’رواداری کی سیاست کا فروغ‘

پر ایک مشاورت منعقد کی گئی

11 دسمبر 2017، پشاور:

ایچ آر سی پی نے ’رواداری کی سیاست کا فروغ‘

کے موضوع پر ایک تقریب کا اہتمام کیا

فہرست

ایچ آر سی پی کی طرف سے جاری کردہ پریس ریلیز 3

16 دسمبر 2014: نہ رکتے ہیں آنسو، نہ تھمتے ہیں نالے 4

صحافیوں کا تحفظ 7

پاکستان کی نئی مردم شماری 8

مخالفت کو خاموش کرنے کی کوششیں 9

گمشدگیوں پر مایوسی 10

منفی جذبات کو مثبت کریں 11

افسوسناک صورتحال 12

تقریباً شادی شدہ 13

ایک توجہ طلب معاملہ 14

عورتیں 20

بچے 22

تعلیم 24

اقلیتیں 25

خودکشی کے واقعات 26

اقدام خودکشی 31

پاکستانی معاشرے میں معذوری کے شکار افراد کی مساوی شمولیت کے لیے ریاستی اقدامات کا نہ ہونا باعث افسوس ہے

03 دسمبر 2017 کو دنیا بھر میں معذوری کے شکار افراد کا عالمی دن منایا گیا۔ اس موقع پر ایچ آر سی پی کو افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ حکومتِ پاکستان نے معذوری کے شکار افراد کے حقوق کے فروغ یا معاشرے میں ان کی مساوی شمولیت کو یقینی بنانے کے لیے کوئی خاطر خواہ اقدامات نہیں کیے۔ باوجود اس کے کہ وہ 2008 سے معذوری کے شکار افراد کے حقوق کے میثاق (سی آر پی ڈی) کی فریق ہے۔

بروز منگل جاری ہونے والے ایک بیان میں کمیشن نے کہا: "ایچ آر سی پی کو تشویش ہے کہ حکومت ان ذمہ داریوں کو پورا کرنے میں دلچسپی نہیں لے رہی جو اس پر، سی آر پی ڈی کے تحت عائد ہیں۔ چنانچہ، ایک ملک کی حیثیت سے، پاکستان معذوری کے شکار افراد کے تمام بنیادی حقوق اور آزادیوں کے فروغ اور تحفظ کو یقینی بنانے اور ان کے احترام کے فروغ کے حوالے سے میثاق کے مقاصد کے حصول سے کوسوں دور ہے۔ معذوری کے شکار افراد کو حال ہی میں مکمل ہونے والی مردم شماری سے باہر رکھنا اس کی واضح مثال ہے"۔

اس کے علاوہ، معذوری کے شکار افراد کو اکثر خاندانی، معاشرتی اور ثقافتی نفرت اور متعصب رویوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے جس سے ان کے مسائل اور زیادہ سنگین نوعیت اختیار کر جاتے ہیں۔ حال ہی میں گوجرانوالہ اور لاہور میں معذوری کے شکار طالبعلموں کو سکول جاتے وقت بس کنڈیکٹروں کے ہاتھوں جسمانی تشدد اور اذیت کا سامنا کرنا پڑا جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ایسے لوگوں کو معاشرہ عام طور پر قدر کی نگاہ سے نہیں دیکھتا اور ان کے لیے حفاظتی انتظامات موجود نہیں ہیں۔ سرکاری اور عوامی مقامات پر خاص ضروریات والے لوگوں کے لیے سازگار انفراسٹرکچر کی کمی ہے۔ معاشرے کے اس طبقے کی تعلیم، روزگار یا تربیت کے لیے کوئی خاص بندوبست نظر نہیں آتا جس کے باعث وہ معاشی و معاشرتی طور پر معاشرے سے کٹے ہوئے ہیں"۔

یہ انتہائی ضروری ہے کہ حکومت معاشرے کے اس محروم طبقے کی حالت زار کا نوٹس لے، معذوری کے شکار افراد کے لیے مددگار پالیسیاں تشکیل دے اور انہیں تمام سہولیات فراہم کی جائیں تاکہ وہ بھی معاشرے کی خدمت میں بھرپور حصہ لے سکیں۔ حکومت کو اس حقیقت کا ادراک کرنا چاہیے کہ معذوری کے شکار افراد کے حقوق اور ضروریات پر وہ جتنا زیادہ توجہ دے گی ہماری قوم اتنی ہی زیادہ روادار، جمہوریت پسند اور مستحکم ہوگی۔

[پریس ریلیز۔ لاہور۔ 05 دسمبر 2017]

اظہار رائے کی آزادی کا تحفظ انتہائی ضروری ہے

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) کو ملک میں اظہار رائے کی آزادی کی سکڑتی ہوئی فضا پر شدید تشویش ہے۔ اختلاف رائے رکھنے، خیالات کے اظہار اور جاننے کا حق، کسی بھی جمہوری معاشرے کے بنیادی اصول ہوتے ہیں۔ معلومات اور افکار کے آزادانہ بہاؤ کے بغیر شہریوں کے مابین دلائل پر مبنی گفتگو ممکن نہیں اور اس کے بغیر معاشرہ مزید تقسیم اور عدم رواداری کا شکار ہوگا۔

انسانی حقوق کے عالمی دن کے موقع پر جاری ہونے والے ایک بیان میں، کمیشن نے کہا: "2018 میں انسانی حقوق کے عالمی دن کی 70 ویں سالگرہ کے موقع پر، ایچ آر سی پی کو شدید دکھ سے کہنا پڑ رہا ہے کہ پاکستان میں اظہار کی آزادی کی فضا تنگ ہو رہی ہے جو کہ افسوسناک بات ہے۔ شہریوں کے آزادئ اظہار کا گلا گھونٹنے کا نتیجہ دیگر تمام حقوق کی نفی کی صورت میں نکلتا ہے"۔

حالیہ مہینوں میں، پاکستان میں ذرائع ابلاغ کو کنٹرول کرنے کے لیے کئی اقدامات کیے گئے جن میں میڈیا پر حملے، ان کی بندش، ان کے خلاف سازباز، الیکٹرانک جرائم کی روک تھام کے استبدادی قانون 2016 کا نفاذ اور صحافیوں کو دھمکیاں شامل ہیں۔ حال ہی میں پاکستان الیکٹرانک میڈیا ریگولیٹری اتھارٹی نے فیض آباد آپریشن میں حکومتی ناکامی کو عوام کی آنکھوں سے اوجھل رکھنے کے لیے پاکستان بھر میں نجی ٹی وی چینلوں کو 28 گھنٹے تک بند رکھا جو کہ کسی سرکاری ادارے کی طرف سے یکطرفہ کارروائی کے ذریعے ذرائع ابلاغ کو خاموش کرانے کا غیر متناسب کام تھا۔

"ان پابندیوں کی مزاحمت کرنے والے تمام لوگ سکیورٹی فورسز کے ہاتھوں اغواء ہوئے ہیں۔ جبری گمشدہ ہونے والوں میں سماجی میڈیا کے کارکن، نیوز رپورٹرز، صحافی اور انسانی حقوق کے کارکن شامل ہیں۔ جبری گمشدگی کا حالیہ ترین نشانہ پاکستان اور ہندوستان کے درمیان امن پر کام کرنے والے اور آغاز دوستی کے کنوینر رضا خان کو بنایا گیا ہے۔"""ان تمام کارروائیوں سے سول سوسائٹی اظہار رائے کی صلاحیت کا بھرپور مظاہرہ کرنے سے قاصر ہے کیونکہ سول سوسائٹی کے کارکن اپنی رائے کے آزادانہ اظہار رائے کے استعمال کے سنگین نتائج سے خوفزدہ ہیں"۔

"ایچ آر سی پی کا پرزور مطالبہ ہے کہ: "حکومت ملک کی حالیہ صورتحال سے چشم پوشی کا سلسلہ بند کرے اور اظہار رائے کی آزادی کو خطرے میں ڈالنے والے ظالمانہ اقدامات کا حصہ بننے سے گریز کرے۔ دوسری طرف، عوام کو معلومات دینے والے اور اظہار رائے کرنے والے عناصر کو خاص طور پر مرکزی ذرائع ابلاغ سے منسلک لوگوں کو ذمہ داری اور اخلاق کا مظاہر کرنا ہوگا تاکہ غیر جانبدار اور درست نقطہ نظر سامنے آسکے۔ انہیں نہ تو خود کو دستیاب فورمز کو اپنے ذاتی مقاصد کے لیے استعمال کرنا چاہیے اور نہ ہی دھونس و تشدد کی کوششوں کے زیر اثر آنا چاہیے"۔

[پریس ریلیز۔ لاہور۔ 09 دسمبر 2017]

16 دسمبر 2014: نہ رکتے ہیں آنسو، نہ تھمتے ہیں نالے

شہید شمؤئل اور ننگیال کے والد طارق اور ان کا چھوٹا بیٹا

ڈان نے کوشش کی کہ 16 دسمبر 2014ء کے کچھ متاثرین اور اپنی آنکھوں سے یہ سب کچھ دیکھنے والوں سے بات کی جائے۔

سانحے میں بچنے والے بچے تین سال بعد بھی ٹراما سے نکل نہ سکے۔ تاریخ میں جب جب 16 دسمبر آئے گا، تب تب سانحہ آرمی پبلک اسکول (اے پی ایس) کے زخم ایسے ہی تازہ ہوں گے جیسے یہ کل کا ہی واقعہ ہے۔

دسمبر کا مہینہ اور پھر 16 دسمبر اُن والدین کے لئے قیامت صغریٰ سے کم نہیں جنہوں نے اِس المناک سانحہ میں اپنے جگر گوشوں کو ہمشہ ہمیشہ کے لیے کھو دیا۔ کہنے میں تو شاید یہ آسان ہے کہ اِس واقعہ میں 130 بچوں سمیت 135 افراد ہم سے جدا ہوئے، مگر ان 135 گھرانوں میں جاکر دیکھیں تو سمجھ آتا ہے کہ جن جن گھرانوں میں اِس سانحہ کی وجہ سے ماتم ہوا وہاں اب بھی صورتحال کچھ مختلف نہیں۔

جہاں ایک جانب شہید ہونے والے جگر گوشوں کو یاد کرتے ہوئے والدین کے آنسو نہیں رکتے، وہیں اِس بے رحمانہ حملے میں معجزانہ طور پر بچ جانے والے بچے اب تک اپنے ساتھیوں کے چلے جانے پر رنج وغم کی تصویر بنے بیٹھے ہیں۔

16 دسمبر 2014ء کے بدترین واقعہ میں کیا کچھ ہوا؟ کیسے ہوا؟ اِن سوالوں کی تلاش میں ڈان نے کوشش کی کہ کچھ متاثرین اور اپنی آنکھوں سے یہ سب کچھ دیکھنے والوں سے بات کی جائے، اور اُن کے جذبات کو قارئین تک پہنچایا جائے۔ اِس حوالے سے کیا بات چیت ہوئی، آیئے آپ کی خدمت میں رکھتے ہیں۔

’شہیدوں کا باپ ہوں، میرا ایمان ہے کہ مجھے اِس کا اجر ضرور ملے گا‘

چہرہ افسردہ اور آنکھیں نم، یہ ہیں شہید شمؤئل اور ننگیال کے والد طارق، جو اِسی حملے میں بچ جانے والے اپنے تین بچوں سہیل، ساول اور طفیل کے لیے پریشان ہیں، جو اِس حملے کے ڈر کی وجہ سے اب ٹراما سے نہیں نکل سکے۔ طارق زرعی ادارے کے ملازم ہیں جن کے پانچ بچے اِس سانحے کے وقت اسکول میں موجود تھے۔ طارق اپنے بیٹوں شمؤئل اور ننگیال کی شہادت کو اللہ کی رضا سمجھ کر دل کو تسلی دیتے ہیں مگر بچنے والے تین زندہ بچوں کو دیکھ کر طارق آنسو روک نہیں پاتے۔

اِس واقعہ سے متعلق طارق کہتے ہیں کہ تین سال پہلے میں ڈیوٹی کے سلسلے میں چارسدہ میں تھا۔ مجھے کزن نے فون کیا کہ آرمی پبلک اسکول پر حملہ ہوا ہے، بس یہ سنتے ہی میں فوراً دفتر سے روانہ ہوگیا۔ میں راستے میں ہی تھا کہ مجھے بیٹے نے بتایا کہ ہم تین نکل آئے ہیں جبکہ دو کا پتہ نہیں، میرے لبوں پر دعا رواں تھی کہ بس تمام بچے سلامت ہوں، شمؤئل کو میں ببّر شیر کہتا تھا اور ننگیال کو شیر خان پکارتا تھا، مجھے یقین تھا کہ میرے بیٹے شیروں کی طرح دہشت گردوں کا سامنا کریں گے۔

مجھے طفیل نے فون پر بتایا کہ آپ سی ایم ایچ آجائیں، مجھ میں نہ جانے کیسے ایک عجیب حوصلہ پیدا ہوگیا تھا اور میں نے اپنے بیٹے پر زور ڈالا کہ مجھے بتاؤ کہ میرے بیٹے کس حال میں ہیں؟ جس پر اُس نے جواب دیا کہ آپ کے دو بیٹے شہید ہو چکے ہیں، میں ہسپتال پہنچا، وہاں اپنے شہید بیٹوں کے چہرے دیکھے، اُن کا ماتھا چوما اور اُنہیں شہادت کی مبارکباد دی۔

میں آج سوچ کر حیران ہوتا ہوں کہ اُس دن آخر مجھ میں اِس قدر حوصلہ کس طرح پیدا ہوگیا تھا؟ کیا میں اُس وقت پتھر بن گیا تھا کہ مجھے رونا نہیں آرہا تھا؟ اب مجھے صرف یہ پریشانی تھی کہ میں اپنے بیٹوں کی ماں کو کیا بتاؤں گا؟ اُن کی بہنوں کو کیسے سمجھاؤں گا؟ میں اپنی گاڑی میں اپنے بیٹوں کو گھر لے آیا۔ اُس دن ہر عام آدمی رو رہا تھا، لیکن میری آنکھیں ایک بار بھی نم نہیں ہوئی تھیں اور نہ ہی میرا حوصلہ ٹوٹا تھا۔ میں نے وہ دن کسی نارمل دن کی طرح گزارا۔

بس جب دیر رات کمرے میں بیٹھا تھا اور میرے ساتھ اور کوئی بھی نہیں تھا، تب میں نے خود سے پوچھا کہ آخر میرے ساتھ آج کیا ہوگیا؟ میرے ساتھ اتنا کچھ ہوگیا اور مجھے کچھ فرق ہی نہیں پڑا۔ کیا میں ایک پتھر کا بُت ہوں؟ بس یہ سوچتے ہوئے اچانک ہی میری آنکھوں سے آنسوں بہنا شروع ہوگئے، میں نے وضو کیا اور دو رکعت نماز ادا کی اور خدا سے دعا کی کہ اے اللہ مجھے صبر دے اور میرا حوصلہ بڑھا۔

لیکن اُس دن سے لے کر آج تک میں اندر ہی اندر بُری طرح ٹوٹتا رہا ہوں، شاید میں اُسی دن روتا پیٹتا تو بہتر تھا۔

اُس واقعے کے بعد ہم لوگوں کی ملاقات کور کمانڈر سے ہوئی، میں نے اُن سے پوچھا کہ آپ نے جو آپریشن اِس واقعے کے بعد شروع کیا ہے وہ آپ نے پہلے شروع کیوں نہیں کیا تھا؟ اُن کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔

پھر میں نے اُن سے پوچھا کہ تحفظ فراہم کرنا آپ کی ذمہ داری تھی آپ کیوں بچوں کو تحفظ فراہم کرنے میں ناکام ہوئے؟

میں شہیدوں کا باپ ہوں، میرا ایمان ہے کہ مجھے اِس کا اجر ضرور ملے گا۔

اِس المناک واقعہ میں اگرچہ میرے دو بیٹے شہید ہوئے، لیکن بقیہ بیٹوں کے ذہنوں پر اِس واقعے نے گہرے نقش چھوڑے ہیں اور اُنہیں اِس قدر متاثر کیا ہے کہ وہ آج بھی نارمل نہیں ہوسکے۔ لوگ تو کہتے ہیں کہ میرے دو بیٹے شہید ہوئے لیکن دراصل میرے گیارہ بیٹے شہید ہوئے ہیں، میرے لیے وہ دو نہیں بلکہ ایک اور ایک گیارہ تھے۔

لوگ کہتے ہیں بچوں کے بچھڑنے کی سب سے زیادہ تکلیف ماں کو ہوتی ہے لیکن ماں تو رو لیتی ہے، جبکہ باپ رو بھی نہیں سکتا، نہ بیٹے کے ساتھ رو سکتا ہے اور نہ دوستوں کے ساتھ رو سکتا ہے۔

میرے گھر کے قریب ایک شہید بچے کے والد رہتے ہیں، کبھی کبھی سوچتا ہوں کہ اُن کے پاس جاکر تھوڑی باتیں کرکے اپنا دل ہلکا کرلوں، لیکن جب اُن کے گھر کے قریب پہنچتا ہوں تو سوچتا ہوں کہ میں خود تو اِس کرب سے گزر رہا ہوں لیکن کسی

دوسرے کے پاس جا کر کیوں اس ہولناک حادثے کی یادیں کُریدوں، اُنہیں تکلیف میں مبتلا کیوں کروں۔

میرے ساتھ رونے والا کوئی نہیں۔

اب میں اپنے باقی بچوں کے لیے کافی پریشان ہوں، اُن کے ذہنوں میں اُس دن کی دہشت گھر کر چکی ہے۔ میں اپنے بچوں، خاص کر اپنے بیٹے کو کہتا ہوں کہ تم جاؤ اسکول پڑھو، بہادری دکھاؤ، لیکن زیادہ تر بچے اسکول جانا ہی نہیں چاہتے، لیکن میں اُن کی حالت بھی سمجھ سکتا ہوں، اور طفیل کے تو دوست اور ساتھی، سب کچھ اُس کے شہید بھائی تھے۔

شموئل اور ننگیال کے والد، طارق کہتے ہیں کہ سپریم کورٹ نے مشعال خان واقعے پر تو سوموٹو ایکشن لے لیا، اور اب تک اِس کیس میں ملوث 53 افراد جیل میں بند کیے جا چکے ہیں، لیکن ہمارے بچوں کے ساتھ اُن کے اسکول میں دہشت گردوں نے بد سے بدتر سلوک کیا، وہ تو پڑھنے گئے تھے، کسی سے لڑنے تو نہیں گئے تھے، نہ کسی جنگ کے لیے گئے تھے۔

چیف جسٹس کا فرض ہے کہ وہ سوال کریں کہ اُن بچوں کے ساتھ ایسی ناانصافی کیوں ہوئی؟

شموئل اور ننگیال کے بڑے بھائی 'طفیل' کے خیالات

طفیل جواب تک سانحے کے اثر سے نہیں نکل سکے، کہتے ہیں کہ ہم پانچ بھائی اُس دن اسکول میں تھے، شموئل اپنی کلاس میں تھا اور میں اپنی کلاس میں بیٹھا ہوا تھا۔ اسکول میں اعلان ہوا کہ تمام بچے ہال میں آجائیں، میرا چھوٹا بھائی ننگیال میرے پیچھے آیا اور کہا کہ میرے ساتھ ہال چلو، میں اُس کا دل رکھنے کے لیے اُسے ہال لے کر گیا اور اسے وہیں چھوڑ آیا، جس کا مجھے آج تک پچھتاوا ہے۔

میں اُسے وہاں چھوڑ کر اپنی کلاس پہنچا تو ایک دو فائر کی آواز آئی، ہم نے سوچا کہ فوجی اور ایف سی اہلکار ٹریننگ کر رہے ہیں، شاید تبھی فائرنگ کی آوازیں آرہی ہیں۔

ہم آرام سے بیٹھ گئے، لیکن ایک بار پھر ایک دو فائر کی آوازیں آئیں اور اچانک شدید فائرنگ کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ کلاس کے باہر دیکھا تو ہال سے بچے بھاگ رہے تھے، کوئی کہہ رہا تھا کہ ممی کوئی کہہ رہا تھا پاپا، کچھ بچے کہہ رہے تھے وہ ہمیں کیوں مار رہے ہیں ہم نے کیا کیا ہے؟ ہم فوراً اپنی کلاس کی طرف دوڑے اور سر جُھکا کر بیٹھ گئے۔

ہم نے ایک زخمی بچے کو دیکھا جو نیچے گرا ہوا تھا، ہم جلدی سے اُس کے پاس گئے اور کلاس میں لے آئے۔ مجھے اپنے بھائی کا خیال آیا اور میں ہال کی طرف دوڑا، میں جیسے ہی ہال کے دروازے تک پہنچا تو کسی نے مجھے پیچھے سے پکڑا، شاید وہ چوکیدار تھا، اُس نے کالے رنگ کی یونیفارم پہنی ہوئی تھی، اور اُس کے پاس بندوق بھی تھی۔ اس نے کہا، یہاں کیا کر رہے

ہو ہال میں وہ لوگ بچوں کو مار رہے ہیں۔ میں اُس وقت حواس باختہ تھا اور صرف اپنے بھائی کو بچانا چاہتا تھا، اُس نے مجھے زبردستی لائبریری میں بند کر دیا۔

تھوڑی دیر بعد فوجی اہلکاروں کو اسکول میں آتے دیکھا اور شدید فائرنگ شروع ہوگئی۔ فوجی اہلکاروں نے ہمیں پیچھے کے دروازے سے نکال لیا، میرے دو بھائی ٹوڈلرز سیکشن میں تھے، میں دوبارہ اسکول کے اندر چلا گیا، میں اُنہیں بچانا چاہتا تھا، مجھے ڈر تھا کہ اُنہیں کچھ ہو نہ جائے۔ لیکن اُن کا اسکول پہلے ہی خالی کروایا جا چکا تھا، اور مجھے اپنے دو چھوٹے بھائی اسکول کے پارک میں ملے، لیکن شموئل اور ننگیال کا کچھ پتہ نہ تھا۔

ہم اسکول سے باہر آئے تو وہاں مجھے وہاں میرے چاچا اور تایا ملے، جو زبردستی ہمیں گھر لے گئے۔ چونکہ میرے امی ابو کی ڈیوٹی چارسدہ میں تھی اِس لیے وہ وہیں تھے۔

گھر جانے سے قبل میں پشاور کے کور کمانڈر کے پاس گیا جو اُس وقت ڈیفینس پارک میں تعینات تھے۔ میں نے اُن سے منت کی اور پاؤں پڑے کہ میرے بھائیوں اور میرے دوستوں کو کچھ نہ ہو۔ انہوں نے کہا کہ بیٹا اُن لوگوں کے ساتھ مذاکرات چل رہے ہیں، اُنہوں نے بچوں کو یرغمال بنایا ہوا ہے، تم اپنے چاچا کے ساتھ گھر جاؤ اور دعا کرو۔

اسکول کے باہر کئی بچوں کے والدین آئے ہوئے تھے۔ ہم جیسے ہی گھر پہنچے تو میرے ایک دوست نے بتایا کہ تمہارے بڑے بھائی کو ٹی وی پر دیکھا ہے، وہ زخمی ہے اور لیڈی ریڈنگ ہسپتال میں موجود ہے۔ میں گھبرا گیا تھا، مجھے گھر سے باہر نکلنے بھی نہیں دیا جا رہا تھا، لیکن میں موقع دیکھ کر ہسپتال کی طرف نکل گیا، میں نے دوست کو بتایا دیا تھا کہ اگر میرا کوئی پوچھے تو بتا دینا کہ میں ہسپتال میں ہوں۔

میں حواس باختہ تھا، ہسپتال پہنچا تو زخمیوں میں تلاش کرنے لگا، میں نے اُنہیں شہیدوں میں تلاش نہیں کیا، ہسپتال میں مجھے کمپیوٹر ٹیچر ملے، اُنہوں نے پوچھا کہ تم یہاں کیا کر رہے ہو تو میں نے بتایا کہ میرے بھائی لاپتہ ہیں، اور اُن کا کچھ پتہ نہیں چل رہا۔ انہوں نے کہا کہ زخمیوں میں تلاش کیا؟ میں نے کہا، جی سر، میرے بھائی وہاں نہیں ہیں۔ پھر انہوں نے پوچھا کہ لسٹ دیکھی؟ میں نے کہا جی سر، انہوں نے پوچھا کہ شہیدوں میں چیک کیا ہے؟ میرے لہجے میں سختی اُتر آئی تھی، میں نے کہا سر یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ میں اپنے بھائیوں کو شہیدوں میں کیسے تلاش کر سکتا ہوں؟ انہوں نے کہا کہ کیا پتہ اللہ تعالیٰ نے انہیں بُلند مقام عطا کیا ہو۔ اُنہوں نے میرا ہاتھ تھاما اور ہم نے ایک ایک کر کے شہیدوں کا چہرہ دیکھنا شروع کیا، لیکن وہاں بھی مجھے اپنے بھائی نہیں ملے۔ سر نے مجھے کہا تم سی ایم ایچ میں جاؤ، ہوسکتا ہے کہ تمہارے بھائی وہاں زخمیوں یا شہیدوں میں ہوں۔

شہر کے تمام راستے بند تھے، فوجی اہلکار ہسپتال میں کسی کو اندر جانے کی اجازت نہیں دے رہے تھے، لیکن چونکہ میں یونیفارم میں تھا اِس لیے مجھے جانے دیا۔ وہاں زخمیوں میں دیکھا، وہ دونوں نہیں ملے، پھر شہیدوں میں دیکھنا شروع، جس شہید کو دیکھتا وہ میرا دوست نکلتا، تیسرے شہید سے جیسے چادر ہی اُٹھائی تو میں نے اپنے چھوٹے بھائی ننگیال کا چہرہ دیکھا، میں اُس کا چہرہ دیکھ کر زمین پر گر گیا، اُٹھ کر اللہ سے دعا کی کہ میرا دوسرا بھائی سلامت ہو، دوسرے بھائی کو تلاش کرنے کی ہمت ہی نہیں بچی تھی، لیکن اپنے اندر حوصلہ پیدا کیا اور شہیدوں میں سب سے آخر میں مجھے اپنا دوسرا بھائی شموئل مل گیا، اُس کے چہرے پر مسکراہٹ تھی۔

میں پریشان تھا کہ اب یہ اطلاع ابو تک کیسے پہنچاؤں؟ وہ تو اِس وقت ڈیوٹی سے آرہے ہوں گے اور ڈرائیونگ کر رہے ہوں گے۔ مجھے ڈر تھا کہ اگر اُنہیں بھائیوں کی شہادت کی خبر دی تو کہیں وہ اپنے ہوش وحواس ہی نہ کھو بیٹھیں، لیکن وہاں موجود ایک دوست نے مجھے کہا کہ میں اپنے والد کو فون کر کے یہاں بلوالوں، ایسا نہ ہو کہ کہیں وہ ناراض ہو جائیں۔

میں نے ابو کو فون کیا اور اُنہیں کہا کہ آپ امی کو گھر چھوڑ کر سی ایم ایچ ہسپتال آجائیں۔ اُنہوں نے پوچھا کہ کیا ہوا ہے؟ میں نے کہا کہ ابو بس آجائیں۔ ابو نے کہا، نہیں مجھے بتاؤ، مجھ میں حوصلہ ہے۔ میں نے کہا ابو بس آپ آجائیں، یہ سُن کر ابو نے کہا مجھ میں حوصلہ ہے، اگر وہ زخمی ہیں تب بھی بتاؤ اور اگر شہید ہیں تب بھی۔ میں نے ابّو کو بتایا کہ ابّو آپ کے دو بیٹوں کو اللہ نے شہادت عطا کی ہے۔ ابّو نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور فون بند کر دیا، تھوڑی دیر بعد وہ ہسپتال آگئے۔ اگلی صبح ہم گاؤں چلے گئے تھے اور وہاں ہم نے اُن

دونوں کا جنازہ ادا کیا۔

طفیل کہتے ہیں کہ مجھے اِس واقعے کے بعد سے اسکول سے نفرت سے ہوگئی ہے دل نہیں کرتا اسکول جانے کا، وہاں کی ہر چیز سے نفرت ہوگئی۔

میں 2014ء میں ساتویں جماعت میں تھا اور تین سال بعد بھی آج آٹھویں جماعت میں ہی ہوں۔ میرا اسکول جانے کا جی ہی نہیں چاہتا، مجھے کوفت ہوتی ہے اسکول کے نام سے، وہاں کی ہر چیز سے، ایک آدھ بار چلا جاتا ہوں، لیکن اکثر نہیں جاتا، اسکول سے فون بھی آتا ہے لیکن پھر بھی نہیں جاتا، میں نے اپنے بھائیوں کے ساتھ بڑے بڑے خواب دیکھے تھے کہ ہم فوج میں جائیں گے، کیپٹن بنیں گے لیکن اب مجھ میں کچھ کرنے کی ہمت ہی نہیں بچی۔

ایک بار جب اُسی ہال میں گیا، جہاں تنکیال کو چھوڑ آیا تھا تو میں پوری طرح سے حواس باختہ ہوگیا تھا، میں چیخنے چلانے لگا، مجھے ماہر نفسیات کو دکھایا گیا لیکن کوئی فائدہ نہیں، مجھے اب بھی یہ پچھتاوا ہے کہ میں نے اپنے بھائی کو اُس ہال میں کیوں چھوڑا۔

'ہم نے ایک بیٹا کھویا مگر اس قوم کے لاکھوں بیٹے پا لیے'

عندلیب آرمی پبلک اسکول میں ٹیچر ہیں۔ کہتی ہیں کہ اِس سانحے کو ہضم کرنا آسان نہیں ہے۔ یہ سب فراموش کرنا عمارت کے در و دیوار کے لیے ممکن نہیں تو انسان تو پھر انسان ہے۔ عندلیب کا بیٹا حذیفہ جو دسویں جماعت کا طالب علم تھا، وہ بھی اس افسوسناک واقعہ میں شہید ہوگیا تھا۔

عندلیب کہتی ہیں کہ جب تک ہمیں بچا نہیں لیا گیا تھا، تب تک ہمیں ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ بس اب موت آئی کھڑی ہے۔ اُس دن شام کو اسکول سے بچائے جانے کے بعد سے میری زندگی، میری سوچ، لوگوں کا ہم سے ملنے کا انداز، سب بدل گیا۔ ہم اپنے آپ کو اس لائق نہیں سمجھتے جتنا کہ لوگوں کے دلوں میں اللہ نے ہمارے لیے عزت و محبت ڈال دی ہے۔ ہم نے ایک بیٹا کھویا مگر اس قوم کے لاکھوں بیٹے پا لیے۔

میرا بیٹا کھانے پینے کا بہت زیادہ شوقین تھا اور ہر روز اُس کی فرمائش پر کھانا پکتا تھا، مگر اب ہمارے گھر میں کوئی فرمائش نہیں کرتا، کیوں کہ ہمارے بچے یہی سوچتے ہیں کہ اُن کی کسی فرمائش سے ہمارا دل نہ دکھ جائے۔ ہمارے دلوں پر چوٹ ہے اور اُس کا مرہم اللہ ہی دے سکتا ہے۔ ہم نے اپنے بچے کا اسکول اِس واقعے کے بعد سے تبدیل کروا دیا ہے کیوں کہ ہم یہ نہیں چاہتے تھے کہ اُسے رحم کی نگاہ سے دیکھا جائے اور اُس کی غلطیوں سے صرف اس لیے صرفِ نظر کیا جائے کیوں کہ وہ شہید کا بچہ ہے۔ اِس لیے اُسے عام بچوں کی ڈگر پر چلانے کے لیے، ہم نے اُس کا اسکول تبدیل کروا دیا ہے۔

اِس واقعے نے ہم سب کو نفسیاتی مریض بنا دیا۔ بچوں پر بھی شدید ذہنی دباؤ پڑا، اساتذہ کو بھی صبح کلاسز اور شام کو ماہرِ نفسیات کے پاس جانا پڑتا اور والدین کی بھی یہی حالت تھی۔ اِس واقعے کو ہضم کرنا، اِس سے نکلنا، نہ آسان تھا اور نہ آسان ہے۔ صرف انسانوں کے لیے نہیں بلکہ شاید اسکول کے کسی در و دیوار کے لیے بھی اس سانحے سے آگے بڑھ جانا ممکن نہیں ہے۔ ہر سال ہماری زندگیوں میں دسمبر کس طرح آتا ہے یہ صرف ہم جانتے ہیں۔ ہم کیسے اِس واقعے کو اپنے ذہنوں سے کھرچ کر نکال دیں جب ہمیں ان بادلوں کی گرج بھی فائرنگ کی آواز جیسی محسوس ہوتی ہے؟ اِس وقت اسکول اور کالج میں موجود بچے اب یونیورسٹیوں میں پہنچ رہے ہیں مگر وہ جہاں بھی جاتے ہیں اُن پر ایک چھاپ ہے کہ وہ آرمی پبلک اسکول وارسک روڈ کے طلباء ہیں۔ کہیں کہیں ہمیں اِس پر بہت ترجیحی سلوک بھی ملتا ہے، انتظار گاہ میں انتظار نہیں کرنا پڑتا، لوگ ہمارے لیے زیادہ سوچتے ہیں، اللہ اُن سب کو عزت دے جو ہمیں عزت دیتے ہیں۔

مجھے آج بھی یاد ہے کہ میں نے اُس دن دسویں جماعت کے ایک بچے سائبان کو ڈانٹا تھا جب اُس کا کام مکمل نہیں تھا۔ اُس بچے نے ڈانٹ کے جواب میں صرف اتنا کہا تھا کہ 'مس اب تو ہمیں نہ ڈانٹیں، اب تو ہم اسکول سے جانے والے ہیں'۔ دوسرے بچے، اسامہ ظفر کو میں نے کام مکمل نہ ہونے پر سزا کے طور پر ہلکی سی تھپکی دی اور اُس سے کہا کہ تم جیکٹ بھی سزا سے بچنے کے لیے پہن کر آئے ہو؟ اُس کی جوابی مسکراہٹ پر مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے کہہ رہا ہو کہ 'مس ابھی تو اس جیکٹ میں، میں نے بہت سی گولیاں کھانی ہیں۔

میرا اب بھی اُس کلاس روم میں روز جانا ہوتا ہے۔ وہاں پر حذیفہ نے ایک کرسی پر اپنا نام کھود کر لکھا تھا۔ وہ نام ایک عرصے تک میرے لیے ذہنی اذیت کا باعث بنتا رہا جس کے بعد میں نے انتظامیہ سے شکایت کی اور اُنہوں نے پورے اسکول کے فرنیچر اور دوسری اشیاء کو تبدیل کروایا کہ نجانے کس چیز پر کس کی یاد کندہ ہو۔

اِس واقعے نے ہم سب کو نفسیاتی مریض بنا دیا۔ بچوں پر بھی شدید ذہنی دباؤ پڑا، اساتذہ کو بھی صبح کلاسز اور شام کو ماہر نفسیات کے پاس جانا پڑتا اور والدین کی بھی یہی حالت تھی۔ اِس واقعے کو ہضم کرنا، اِس سے نکلنا، نہ آسان تھا اور نہ آسان ہے۔ صرف انسانوں کے لیے نہیں بلکہ شاید اسکول کے کسی در و دیوار کے لیے بھی اس سانحے سے آگے بڑھ جانا ممکن نہیں ہے۔ ہر سال ہماری زندگیوں میں دسمبر کس طرح آتا ہے یہ صرف ہم جانتے ہیں۔ ہم کیسے اِس واقعے کو اپنے ذہنوں سے کھرچ کر نکال دیں جب ہمیں اِن بادلوں کی گرج بھی فائرنگ کی آواز جیسی محسوس ہوتی ہے؟

اِس وقت اسکول اور کالج میں موجود بچے اب یونیورسٹیوں میں پہنچ رہے ہیں مگر وہ جہاں بھی جاتے ہیں اُن پر ایک چھاپ ہے کہ وہ آرمی پبلک اسکول وارسک روڈ کے طلباء ہیں۔ کہیں ہمیں اِس پر بہت ترجیحی سلوک بھی ملتا ہے، انتظار گاہ میں انتظار نہیں کرنا پڑتا، لوگ ہمارے لیے زیادہ سوچتے ہیں، اللہ اُن سب کو عزت دے جو ہمیں عزت دیتے ہیں۔

حملے میں بچ جانے والے منیب

جب حملہ ہوا تو منیب دسویں کلاس کے طالب علم تھے، اگرچہ وہ تو بچ گئے مگر منیب کا بھائی شہیر حملے میں شہید ہوگئے تھے۔ منیب کہتے ہیں کہ بچوں کا فائرنگ سے کیا واسطہ؟ جب حملہ ہوا تو سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ اسکول میں ایسے کیسے ہوسکتا ہے؟ پھر اچانک وہ بے ہوش ہو کر گر گئے اور جب ہوش آیا تو معلوم ہوا کہ بھائی سمیت کئی دوست ہمیں یہاں اکیلا چھوڑ کر دنیا ہی چھوڑ گئے۔ اِس واقعہ کی وجہ سے منیب بھی نفسیاتی مسائل کے شکار رہے لیکن اب نکلنے کی بھرپور کوشش کر رہے ہیں۔ کہتے ہیں کہ وہ سافٹ ویئر گیم بنا رہے ہیں جو ٹراما سے نکلنے میں مددگار ثابت ہوگا۔

'شدید تکلیف میں بھی بچوں کی ہمت مثالی تھی'

اِس بات سے شاید ہی کوئی انکار کر سکے کہ آرمی پبلک اسکول میں دہشت گردوں کے حملے کے بعد لیڈی ریڈنگ اسپتال کے ڈاکٹرز اور نرسز نے جو خدمات انجام دیں وہ بھی مثالی تھیں۔ سلسیا جو پیشے کے اعتبار سے تجربہ کار نرس ہیں، کہتی ہیں کہ 16 دسمبر کو ہی اُن کا تبادلہ حیات آباد میڈیکل کمپلیکس سے لیڈی ریڈنگ ہسپتال ہوا تھا۔ وہ جیسے ہی یہاں ڈیوٹی دینے پہنچیں تو اچانک ایمرجنسی کی اطلاع موصول ہوئی اور تمام ڈاکٹرز اور پیرامیڈیکل اسٹاف تیاری میں لگ گئے۔

سلسیا کہتی ہیں کہ ایمرجنسی کے واقعات تو پہلے بھی دیکھے تھے لیکن یہ عجیب واقعہ تھا، کسی بھی واقعہ میں زخمی اور شہید ہونے والے بچوں کی اتنی بڑی تعداد کبھی نہیں دیکھی تھی۔ بچوں کے جوتوں پر گولیاں لگی ہوئی تھیں جبکہ وہ پورے کے پورے خون میں لت پت تھے، صورتحال یہ تھی کہ ہسپتال کا پورا اسٹاف رو رو کر کام کر رہا تھا۔ لیکن وہ کہتی ہیں کہ شدید تکلیف میں مبتلا بچوں کی ہمت مثالی تھی۔ ہر بچہ کہتا تھا مجھے چھوڑو میرے ساتھی کو دیکھو کیونکہ اُس کو زیادہ ضرورت ہے۔

(بشکریہ ڈان اردو)

صحافیوں کا تحفظ

آئی۔اے۔رحمان

اسلام آباد میں حال ہی میں صحافیوں کی سلامتی اور انہیں نقصان پہنچانے والوں کو کھلی چھوٹ ختم کرنے کے حوالے سے ایک کانفرنس منعقد ہوئی۔ یہ انتہائی قابل تحسین کاوش تھی کیونکہ اس میں نہ صرف یہ کہ پاکستان اور اندرونی کشیدگی کا شکار دیگر ممالک میں میڈیا برادری کو درپیش خطرات پر بات ہوئی بلکہ ان کے تدارک پر بھی غور کیا گیا۔

یہ کانفرنس 'صحافت کا دفاع' نامی رپورٹ کی بنیاد پر منعقد کی گئی تھی۔ اس رپورٹ میں سات ممالک میں صحافیوں کے تحفظ کے لیے قومی سطح پر کیے گئے اقدامات اور حفاظتی بندوبست کے موثر پن کا جائزہ لیا گیا۔ ان ممالک میں پاکستان، افغانستان، فلپائن، انڈونیشیا، نیپال، عراق اور کولمبیا شامل ہیں۔

یہ رپورٹ ایک ماہ پہلے جاری کی گئی تھی۔ اس رپورٹ کو انٹرنیشنل میڈیا سپورٹ (آئی ایم ایس) نے مرتب کیا ہے۔ یہ تنظیم ڈنمارک میں قائم ہے اور یہ صحافیوں کی عالمی تنظیم کے تعاون سے ڈنمارک حکومت کا ایک پراجیکٹ چلاتی ہے جسے صحافیوں کے تحفظ اور مجرموں کو سزا سے استثنیٰ کے خاتمے پر اقوام متحدہ کے منصوبے کے فروغ کا نام دیا گیا ہے۔

اس رپورٹ سے یہ سامنے آیا ہے کہ تحقیق میں شامل تمام ساتوں ممالک صحافیوں کے لیے خطرناک ہیں اور یہاں صحافیوں کے تحفظ پر اقوام متحدہ کے پلان آف ایکشن سے متعلق آگاہی بہت ہی کم ہے۔ رپورٹ میں کچھ اچھے کاموں کی نشاندہی بھی کی گئی ہے۔ رپورٹ میں افغانستان میں صحافیوں کی سرگرم فیڈریشن کے قیام کا ذکر بھی شامل ہے جو کہ قومی کمیشن برائے انسانی حقوق کے ذریعے کام کر رہی ہے۔ پاکستان کے متعلق کہا گیا ہے کہ 2012 میں ممتاز صحافیوں، سول سوسائٹی، میڈیا کی تنظیموں اور یونیسکو کے تعاون سے پاکستان کنسورشیم آف میڈیا سیفٹی (پی سی ایم ایس) بنایا گیا تھا۔ رپورٹ میں ایڈیٹرز کی سلامتی کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ شاید کانفرنس کا سب سے پُرجوش حصہ وہ تھا جس میں صحافیوں کے تحفظ اور مجرموں کو سزا سے استثنیٰ سے لڑائی کے کامیاب قومی لائحہ عمل کی کہانیاں بیان کی گئیں۔ آزادی اظہار رائے پر سری لنکا کے کارکن رنگا کلانسوریا نے آئی ایم ایس کی رپورٹ کے اقتباسات پیش کیے اور اس کے بعد انہوں نے ملک کے اندر ہونے والے مختلف واقعات پر بھی روشنی ڈالی ان کا کہنا تھا کہ ہم جانتے ہیں کہ پچھلی حکومت میڈیا اور صحافیوں سے زیادتیوں کے حوالے سے کتنی بدنام تھی۔ موجودہ حکومت نے نہ صرف یہ کہ صحافیوں کے تحفظ کو اپنی ترجیح بنایا ہے بلکہ صحافیوں کو نقصان پہنچانے والوں کو سزا سے استثنیٰ بھی ختم کر دیا ہے۔ اس کے نتیجے میں چند فوجی افسر اور کچھ دیگر حکومتی عہدیدار بھی جیل کی ہوا کھا رہے ہیں۔ یہ اس وجہ سے ممکن ہوا کیونکہ حکومت نے فرض کی ادائیگی میں اپنے عزم کی پیروی کی ہے۔

جب ان سے پوچھا گیا کہ حکومت نے صحافیوں پر تشدد کرنے والوں کے خلاف کون سے خصوصی قوانین بنائے ہیں تو ان کا جواب تھا کہ نہ تو کوئی خصوصی قانون بنا ہے اور نہ ہی اس کی ضرورت ہے کیونکہ ایسے حالات سے نمٹنے کے لیے فوجداری قانون ہی کافی ہے۔ پاکستان میں صحافیوں کا دفاع کرنے والے بھی شاید اس بات پر غور کریں گے کہ ان کے ملک کا فوجداری قانون بھی غیر موثر نہیں ہو سکتا۔

افغانستان کے عین الدین نے اپنے ملک میں صحافیوں کی فیڈریشن کی ان کوششوں پر جذباتی تبصرہ کیا جو عالمی سطح پر تسلیم کیے جانے سے پہلے کی گئی تھیں۔ ان کی تنظیم کو سرکاری انسانی حقوق کمیشن کی بھی بھرپور حمایت ملی۔ جس اعتماد اور کھلے پن سے عین الدین نے بات کی اس سے کچھ پاکستانی یقیناً حیران ہوں گے کہ افغانستان کو ایک متحرک اور آزاد میڈیا کے قیام میں پاکستان کو پیچھے چھوڑنے میں کتنا وقت لگے گا۔

آخر میں ٹوبی مینڈل نے بھی اس بات کی تعریف کی کہ کیسے

یہ رپورٹ ایک ماہ پہلے جاری کی گئی تھی۔ اس رپورٹ کو انٹرنیشنل میڈیا سپورٹ (آئی ایم ایس) نے مرتب کیا ہے۔ یہ تنظیم ڈنمارک میں قائم ہے اور یہ صحافیوں کی عالمی تنظیم کے تعاون سے ڈنمارک حکومت کا ایک پراجیکٹ چلاتی ہے جسے صحافیوں کے تحفظ اور مجرموں کو سزا سے استثنیٰ کے خاتمے پر اقوام متحدہ کے منصوبے کے فروغ کا نام دیا گیا ہے۔

نیپال میں صحافیوں کو قومی انسانی حقوق کمیشن کی طرف سے بھرپور مدد ملی ہے۔ کمیشن نے ایک کمیٹی بھی قائم کی ہے جس میں کمیشن کا ایک رکن بھی شامل ہے اور یہ کمیٹی پالیسیاں اور ایکشن پلان تیار کرتی ہے۔ اس نے ایک ایکشن ٹیم بھی بنائی ہے تاکہ صحافیوں کی شکایات کا فوری ازالہ کر کے کمیٹی کو رپورٹ دی جائے۔ اس سے قومی سطح پر ایک ایسا طریقہ کار وضع ہو گیا ہے جو میڈیا کے نمائندوں کے تحفظ کی ضمانت دیتا ہے۔

اس کانفرنس سے پاکستانی میڈیا کمیونٹی کو قیمتی سبق اور رہنمائی ملی ہے کہ وہ کیسے اپنے تحفظ کے لیے قومی سطح پر ایک طریقہ کار تشکیل دے سکتی ہے اور سزا سے استثنیٰ کی ثقافت کا خاتمہ کر سکتی ہے۔ تاہم ان کا سب سے پہلا کام یہ ہونا چاہیے کہ وہ اپنی صفوں میں اتحاد پیدا کریں گے اور جہاں تک ممکن ہو اپنی یونینز کو دوبارہ متحرک کریں۔ انہیں یہ بھی چاہیے کہ ٹی وی چینلز کے کنٹرولرز، ایڈیٹرز اور مالکان، خاص طور پر ایڈیٹرز فار سیفٹی کو قائل کریں کہ وہ کم از کم معاملات کی بنیاد پر تو صحافیوں کی حمایت کریں۔ اس کے علاوہ ان کی تنظیموں جیسا کہ پی سی ایم ایس میں سول سوسائٹی کی تنظیموں کی موجودگی کو بھی مزید مضبوط بنایا جا سکتا ہے۔ اور ہر تنظیم کو اپنے منشور کے مطابق متحرک کرنا چاہیے۔ اور اسے انسانی حقوق کے اداروں سے بھی رابطے میں رہنا چاہیے اور اس کی کارکردگی ایسی ہونی چاہیے کہ اگر لوگ اس کی سرگرم حمایت نہ بھی کریں تو بھی وہ ان کی نظر میں لائق تحسین ضرور ہو۔

صحافیوں کی کامیابی برسر اقتدار لوگوں پر منحصر ہے اور صحافیوں کو تحفظ دینے کا اُن کا عزم انتہائی اہم ہے۔ لیکن کوئی بھی اس وقت تک صحافیوں کا دفاع نہیں کرے گا جب تک وہ خود اپنے حقوق حاصل کرنے کی صلاحیت کا مظاہرہ نہیں کرتے۔ اس کانفرنس کے پاکستانی منتظمین 'فریڈم نیٹ ورک' نے اس موقع پر ملک کے اندر صحافیوں کے لیے سکیورٹی کی کمی پر ایک مختصر رپورٹ بھی جاری کی۔ ایک رپورٹ کو ''بلیک آؤٹ ان بلوچستان: خوف کی فضا میں میڈیا کی رپورٹنگ، ایک مجسم خطرہ'' کا نام دیا گیا تھا۔ اس رپورٹ میں بلوچستان میں صحافیوں کی مشکلات کو بیان کیا گیا ہے اور یہ کہ سکیورٹی حکام نے انہیں بتایا ہے کہ وہ عسکریت پسندوں اور ان کے حمایتیوں کے متعلق کوئی خبر شائع نہ کریں جبکہ عسکریت پسندوں کا اس پر سخت ردعمل سامنے آیا ہے۔ اس رپورٹ میں سرکاری اور خود ساختہ سنسر شپ، صحافیوں اور اخبار بیچنے والوں کو دی گئی دھمکیوں اور اخبارات کی سرکولیشن روکنے جیسے اقدامات کا بھی ذکر ہے۔ درحقیقت یہ رپورٹ بلوچستان میں صحافیوں کو لاحق ناقابل برداشت خطرات اور آزادی اظہار رائے کو کچلنے کی انتہائی تکلیف دہ تصویر پیش کرتی ہے۔

صحافیوں پر حملوں کے ملزموں کو سزا نہ دیے جانے کے خلاف ایک تحقیق بھی پیش کی گئی۔ اس تحقیق میں ایک سال کے دوران صحافیوں پر حملوں یا قتل کے سات مقدمات کے انجام کے متعلق بتایا گیا ہے۔ یہ واقعات نومبر 2016 سے اکتوبر 2017 کے درمیان پیش آئے۔ ریاست نے کسی بھی معاملے میں ایف آئی آر درج نہیں کی۔ تمام مقدمات متاثرین اور ان کے خاندانوں کی طرف سے دائر کیے گئے اور چونکہ وہ مجرموں کے نام مہیا نہیں کر سکے اس لیے پولیس کو بھی یہ بہانہ مل گیا کہ وہ اس حوالے سے کوئی تفتیش نہ کرے۔

تاہم ایک مقدمے میں تین چالان پیش کیے گئے۔ جبکہ رواں سال مئی 2017 میں ٹی وی چینل کے رپورٹر عبدالرزاق کے قتل کیس کی فائل اس وقت بند ہو گئی جب پنجاب حکومت نے اعلان کیا کہ قتل کا مشتبہ ملزم مقابلے میں مارا جا چکا ہے۔ اگرچہ رپورٹ لکھنے والوں کی یہ شکایات درست ہے کہ ان مقدمات میں مالکان اور ساتھی صحافیوں کی طرف سے بھرپور حمایت نہیں دی جاتی، یہ توقع کرنا غیر حقیقی ہے کہ کسی بھی فوجداری مقدمے پر ایک برس کے اندر اندر فیصلہ سنا دیا جائے گا۔ ان دونوں رپورٹس کا نہ صرف صحافیوں اور ان کی تنظیموں کو مطالعہ کرنا چاہیے بلکہ پالیسی سازوں اور ان ریاستی اداروں کو بھی یہ رپورٹس پڑھنی چاہئیں جنہیں بنیادی انسانی حقوق کی حفاظت کا کام سونپا گیا ہے۔

(انگریزی سے ترجمہ، بشکریہ ڈان)

پاکستان کی نئی مردم شاہی

محمد حنیف

پاکستان میں ٹی وی پر سیاسی بات چیت کے لئے مقبول ترین فارمولہ یہ ہے کہ ایک نوجوان، خوبصورت عورت، اچھی طرح سے تیار ہوکر ایک دو یا کبھی کبھی چھ ڈھلتی عمر کے مردوں کو، جن کے بال سفید ہورہے ہوں، متعارف کراتی ہے اوران سے مختلف موضوعات پر سوال پوچھتی ہے لیکن اپنی رائے کا اظہار نہیں کرتی۔ اس عورت کو مردوں کی گفتگو میں مداخلت کرتے ہوئے اشتہاری وقفوں یا دوسرے مہمانوں کی کال لینے کی اجازت تو ہے لیکن اس کا بنیادی کرداران مقبول مردوں سے صرف یہ کہنے تک محدود ہے کہ ''سر، آپ کی اس موضوع کے بارے میں کیا رائے ہے؟''

سر کی رائے اہم ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ ایک مرد ہے۔ اگر آپ ایک عورت ہیں تو آپ صرف اس بات کو یقینی بنائیں کہ آپ کے بال چمکدار ہوں اور آپ کو چند دانشوروں کے گروپ کو بڑی آسانی سے اشتہاری وقفے تک لے جانا آتا ہو۔ ان میں سے کسی بھی شخص نے کبھی نہیں کہا کہ،، دیکھو، میں اس موضوع کے بارے میں کچھ نہیں جانتا، آپ ہمیں کیوں نہیں بتاتیں کہ آپ اس موضوع کے بارے میں کیا سوچتی ہیں؟،،

ٹی وی کے یہ پروگرام پاکستانی معاشرے کی عکاسی بالکل نہیں کرتے۔ بطور ایک ڈھلتی عمر کے پاکستانی مرد کے میں نے کبھی کوئی ایسی نوجوان عورت نہیں دیکھی جو اس لحاظ اور خاموشی سے بیٹھی آپ کی بات بغیر اپنے خیال ظاہر کیے سنتی رہے۔ مجھ کو تو جب بھی ایسی نوجوان لڑکیوں کی کلاس کو پڑھانے کا موقع ملا تو میں ہمیشہ ایک دھڑکتے دل کے ساتھ اس کلاس میں داخل ہوا۔ جب بھی ان کے چبھتے ہوئے سوالوں اور پرجوش دلائل کا سامنا ہوا یا تو میں اکھڑ گیا یا ان پر برس پڑا۔ اور پھر مجھے احساس ہوا کہ میں ان ٹی وی پنڈتوں سے مختلف نہیں ہوں۔ میں بھی پاکستان کی نئی پڑھی لکھی، اونچے طبقے تک پہنچ رکھنے والی، سیاسی طور پر صحیح اور نپی تلی مردشاہی کا حصہ ہوں۔ ہم عورتوں کا احترام کرتے ہیں، لیکن یہ سمجھتے ہیں کہ انہیں باعزت بننے کے لیے ہماری آشیر باد کی ضرورت ہے۔

حال ہی میں اس نئی مردشاہی نے اپنے جاہ وجلال کا بھرپور اظہار کیا۔ تین پاکستانی خواتین جو اخبارات کی شہ سرخیاں بنانے میں کامیاب ہوگئی تھیں ان کو مردوں کی اس قوم نے نہ صرف یہ بتایا کہ ان کے اعمال اور کردار میں کیا کمی یا کجی ہے بلکہ اگر انہوں نے اپنے طور طریقوں کو درست نہیں کیا تو ان کے ساتھ کیا کچھ ہوسکتا ہے اور کیا کیا جاسکتا ہے۔ پارلیمان کی ایک رکن عائشہ گلالئی وزیر کو ان کے چہرے پر تیزاب پھینکنے اور ان کا گھر جلا دینے کی دھمکی اس وقت دی گئی جب انہوں نے پاکستان کے طاقتور سیاست دانوں میں سے ایک، عمران خان پر جنسی ہراسانی کا الزام برسرعام لگایا۔ انہیں غیر اخلاقی اور ایک ایسی عورت کہا گیا جو 24 گھنٹوں میں اپنے آپ کو فروخت کرسکتی ہے۔ جب انہوں نے یہ کہنے کے بعد یہ کہا کہ وہ عمران خان کی طرف سے بھیجے گئے ان ناموزوں پیغامات کو صرف پارلیمانی کمیٹی کے سامنے پیش کریں گی تو کہا گیا کہ وہ سیاسی کھیل کھیل رہی ہیں۔ یہ سوچے سمجھے بغیر کہ وہ تو ہیں ہی ایک سیاستدان۔

انسانی حقوق کی مثالی وکیل عاصمہ جہانگیر پر قومی سلامتی کے ادارے کو بدنام کرنے کا الزام لگایا گیا چونکہ انہوں نے سپریم کورٹ پر الزام لگایا کہ اس نے کبھی بھی ملک کے جرنیلوں کی تفتیش نہیں کی۔ ان پر سرکاری مقدمات کی پیروی کی اجرت لینے کا الزام بھی لگایا گیا جیسے وکلا عام طور پر فیس لے کر کام نہیں کرتے۔

قانون کی طالبہ خدیجہ صدیقی کو ایک مثالی شخصیت قرار دیا گیا۔ جن کے چہرے اور گردن پر پچھلے سال 23 بار چھری سے وار کئے گئے تھے۔ حملہ آور کے خاندان اور دوستوں کی دھمکیوں کے باوجود وہ اس کو عدالت میں لے کر گئی۔ حال ہی میں حملہ آور کو اقدام قتل کے جرم میں سات سال کی سزا دی گئی۔

خدیجہ صدیقی صاحبہ سے ہم ہمدردی رکھتے ہیں کیونکہ ان کی بات الگ ہے ان کے پاس دکھانے کو چہرے کے زخم ہیں۔ جب خواتین اس طرح کے زخموں کے بجائے اپنے اعلیٰ مقاصد یا سیاسی سرکشی پیش کرتی ہیں تو ہم اصرار کرتے ہیں کہ وہ گندے ٹیکسٹ پیغامات یا اپنی آمدنی پر ٹیکس کی ادائیگی کا ثبوت پیش کریں۔

نئی مردشاہی خواتین کا احترام کرنے کو تیار ہے لیکن کچھ مطالبات کے ساتھ۔ سب سے پہلے جاؤ گولی کھا کر آؤ، تیزاب سے جل کر دکھاؤ یا پھر ریپ کا شکار ہو پھر ہم تمارا ساتھ دیں گے۔ اگر کوئی عورت اس بات کا اظہار کرے کہ سیاسی جماعت، فوج یا عدالت کی بینچ سے تعلق رکھنے والے مرد بیوقوفوں کا ٹولہ ہیں تو نئی مردشاہی کا ردعمل بالکل پرانی مردشاہی کی طرح ہوتا ہے کہ یہ عورت اپنے لیے مصیبت کو کیوں دعوت دے رہی ہے۔

محترمہ عائشہ گلالئی وزیر صاحبہ نے تو مصیبت کو اتنی دعوت دے ڈالی کہ سیاست میں داخل ہوگئیں، خان صاحب کی پارٹی میں شمولیت اختیار کرکے قومی اسمبلی میں نشست حاصل کرلی، اور پھر پارٹی کی ہراساں کرنے والی ثقافت کی مذمت کرتے ہو پارٹی سے علیحدگی کا اعلان کردیا۔ کیا ان کو بالکل شرم نہیں آتی؟ اور ان کی بہن جو نیکر پہن کر پیشہ ورانہ اسکواش کھیلتی ہیں؟ لگتا ہے وزیر صاحبہ کو اپنی عزت کا بالکل بھی خیال نہیں ہے۔

اور پھر عاصمہ جہانگیر صاحبہ، پاکستانی اسٹیبلشمنٹ کے لئے پرانا کُوڑا، جو کئی سالوں سے طاقت کے خلاف سچ بول رہی ہیں۔ جہاں ملک کے کچھ طاقتور مرد ہر نئے فوجی آمر کی نوکری کرنے کو تیار رہتے ہیں۔ محترمہ عاصمہ جہانگیر کی سرگرمیاں انہی فوجی آمروں کو غصے کے مارے ناکارہ کردینے والے مقام تک پہنچا چکی ہیں۔ آپ ایک ایسی شخصیت کا کر بھی کیا سکتے ہیں؟ سوائے اس کے کہ آپ اس کو ایک ڈائن کا روپ دے کر غدار کا لقب دے دیں۔ بس اور کیا۔

نئی مردشاہی جینڈر سٹڈیز کا مضمون پڑھ چکی ہے۔ اس کو معلوم ہے کہ کسی اندھیرے کونے میں ایک عورت پر ہاتھ ڈالنا اچھی بات نہیں۔ نئی مردشاہی بچوں کو اسکول لانے لے جانے اور برتن دھونے میں مدد دینے پر خوش ہے۔ انہیں اس بات پر فخر ہے کہ وہ پرانی مرد شاہی کا حصہ نہیں ہیں۔ مگر یہ مردشاہی خواتین کا پرائم ٹائم ٹی وی پر تباہ کرنے کو فوقیت ضرور دیتی ہے۔ سب سے پہلے تو ان جیسی خوش نصیبی چاہئے کہ اپنے جسم کے اوپر کے حصے پر 23 چھری کے وار سہہ کر آپ زندہ رہ جائیں، پھر مقدمہ درج کروانے کی ہمت بھی ہو، اور پھر آپ اپنے کو اتنا بے حس بنا سکیں کہ اپنے کردار پر پڑنے والے کیچڑ کو برداشت کرسکیں۔ جی ہاں ان کو ٹی وی پر ایک رول ماڈل کے طور پر سراہا ضرور گیا لیکن کیا واقعی ایک ایسے معاشرے میں جہاں خواتین کو صرف ماں، بہن یا بیٹی کی طرح دیکھنا پسند کیا جاتا ہو وہاں ایک ایسی مثالی عورت شخصیت کی ضرورت بھی ہے؟ کیا عورتوں کو صرف اپنے آپ کو محفوظ رکھنے تک کی کوشش نہیں کرنا چاہئے؟ میں نے اس سال کے آغاز میں، ایک چھوٹے صوبائی شہر میں، اپنے ایک دوست کی بہن کے قتل پر، مقتولہ کے شوہر اور اس کے سسرال والوں کے خلاف پولیس میں رپورٹ درج کروانے میں دوست کی مدد کرنے کی کوشش کی۔ اپنی زندگی میں پہلی مرتبہ میں نے ایک پوسٹ مارٹم رپورٹ دیکھی۔ رپورٹ میں اس کے زخموں کا اندراج کیا گیا تھا۔ میں نے گردن کے اوپر 17 کا شمار کیا۔ پولیس اہلکار مسلسل کہتے رہے کہ میرے دوست کی بہن کی موت زہر کھانے سے ہوئی اور اس رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ وہ 17 وار دراصل مہلک نہیں تھے۔ مرد اور عورت کے معاملات میں ایک حساس واقف کار مرد جو ہماری مدد کروا رہے تھے کہنے لگے۔ وہ خاتون کچھ تو ایسا کررہی ہوں گی، نہیں تو آپ جانتے ہیں کوئی بھی مرد بغیر وجہ کے اپنی بیوی کے ساتھ ایسا نہیں کرے گا۔

پاکستان کی سب سے مقبول فائٹر اور وکٹم ملالہ یوسفزئی ہیں۔ ہر دفعہ پاکستان کے لوگ جب انہیں کسی عالمی فورم پر خطاب کرتے یا کسی ریاستی سربراہ سے ملاقات کرتے دیکھتے ہیں تو ان میں سے نصف کو تو جھٹکا لگ جاتا ہے کیونکہ وہ اپنی تذلیل محسوس کرنے لگتے ہیں۔ باقی نصف اچھی طرح سے جذباتی ہوکر فخر کرنے والے والدین کے آنسوؤں کا ساتھ دیتے ہیں لیکن اپنا سر ضرور ہلاتے ہیں کیونکہ ان کو یقین ہے کہ ملالہ یوسفزئی کو مغربی طاقتیں اپنے سیاسی آلہ کار کے طور پر استعمال کررہی ہیں۔ پاکستان کی نئی مردشاہی ایک لڑکی کے چہرے پر گولی مار دیے جانے کو تو پسند نہیں کرتی لیکن جب وہ زندہ بچ جائے تو اس بات کا فیصلہ ضرور کرنا چاہتی ہے کہ اس چہرے کا کیا کیا جائے۔

مخالفت کو خاموش کرنے کی کوششیں

زاہد حسین

سول سوسائٹی کے نوجوان رکن رضا خان گمشدہ افراد کی طویل فہرست میں تازہ ترین اضافہ ہیں۔ وہ کئی ہفتوں سے لاہور سے غائب ہیں۔ ان کے خاندان والوں اور دوستوں کو یقین ہے کہ انہیں سیکیورٹی ایجنسیوں نے غائب کیا ہے۔ان کا جرم صرف اتنا تھا کہ وہ اپنے ذہن سے سوچتے تھے اور خطے کے امن اور بقائے باہمی کے داعی تھے۔ یہ باتیں ہماری نظریاتی سرحدوں کے خودساختہ محافظوں کیلئے ناقابل قبول ہیں۔اس خوف کے ماحول میں چندہی لوگ ایسے ہیں جو ایسے لوگوں کے خلاف کارروائی پر بولنے کی ہمت رکھتے ہیں۔ ہمارے قانون ساز بھی ان غیر قانونی گرفتاریوں پر خاموش ہیں جو کہ اب صرف تشدد زدہ علاقوں تک محدود نہیں رہیں۔اب شہروں سے بہت سے لوگوں کو نامعلوم وجوہات کی بناء پر اٹھایا جارہا ہے۔ان میں سے کچھ لوگ شاید تشدد برداشت کرنے بعد گھر لوٹ آئے ہیں لیکن بہت سے لوگ اتنے خوش قسمت ثابت نہیں ہوئے۔کوئی نہیں جانتا کہ ان لوگوں نے کیا جرائم کئے اور ان پر الزام کیا تھا۔ رضا حال ہی میں آنے والی اس لہر کے متاثرین میں شامل ہے جسے عام طور پر ریاستی سرپرستی میں ہونے والی گمشدگیاں قرار دیا جاتا ہے۔ یہ کہا گیا ہے کہ وہ اس سال اپنے گھر سے اٹھائے جانے والے سول سوسائٹی کے ساتویں رکن ہیں۔جنوری میں چھ بلاگرز اور سول سوسائٹی اراکین کو اسلام آباد اور پنجاب کے دوسرے شہروں میں ان کے گھروں سے اٹھایا گیا۔ان میں سے ایک کے علاوہ باقی لوگ انسانی حقوق کی تنظیموں کے مظاہروں اور عالمی دباؤ کے بعد دو ماہ کے اندر واپس آ گئے۔انہیں دوران حراست تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔مزید یہ کہ الیکٹرانک میڈیا پر ان کے خلاف ایک منظّم مہم بھی شروع کی گئی جس میں ان پر توہین رسالت کے الزامات لگائے گئے اور ان کی زندگیاں خطرے میں ڈال دی گئیں۔گزشتہ برس سیکیورٹی ایجنسیوں نے مبینہ طور پر کراچی سے عبدالوحید بلوچ کو اغوا کیا جو کہ ایک ترقی پسند مصنف تھے اور اور ٹیلیفون آپریٹر کی ملازمت کرتے تھے۔ وہ چار ماہ بعد لوٹ آئے اور دوسروں کی طرح وہ بھی اتنے خوفزدہ تھے کہ انہوں نے اپنے ساتھ ہونے والے سلوک پر کبھی بات نہیں کی۔ واضح طور پر اس غیر قانونی حراست کے ذمہ داروں کے خلاف کوئی ایکشن نہیں ہوا۔جبری گمشدگی کا ایک اور ہائی پروفائل کیس زینت شہزادی کا ہے، اس نوجوان صحافی کو اگست دوہزار پندرہ میں لاہور سے مسلح افراد نے اغوا کیا تھا۔ وہ ایک بھارتی شہری حامد انصاری کی گمشدگی کی تحقیقات کر رہی تھیں۔ اگر چہ اس حوالے سے یہ خبریں ہیں کہ وہ واپس آ گئی ہیں لیکن ان کے متعلق کسی نے کچھ بھی نہیں سنا ہے۔اس کی گمشدگی سے ذہنی دباؤ کا شکار ہوکر اس کے چھوٹے بھائی نے خودکشی کر لی تھی۔ رضا جو کہ تیس کے پیٹے میں ہیں انہوں نے آغاز دوستی گروپ بنایا تھا یہ ایک ایسا پلیٹ فارم تھا جو پاک، بھارت دوستی کیلئے کوشاں تھا۔اس گروپ نے دوستی اور امن پر سکولوں کے طلبہ کے لکھے ہوئے خطوط اور ان کی بنائی ہوئی پینٹنگز جمع کیں۔ان پینٹنگز کو کیلنڈر کی شکل میں شائع کیا گیا۔وہ ماحولیاتی تحفظ کیلئے کام کرنے والے گروپ کے بھی رکن تھے۔

> ان میں سے ایک کے علاوہ باقی لوگ انسانی حقوق کی تنظیموں کے مظاہروں اور عالمی دباؤ کے بعد دو ماہ کے اندر واپس آ گئے۔انہیں دوران حراست تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔

اس بات پر بھی حیرانی ہوتی ہے کہ ایسی سرگرمیوں سے قومی سلامتی کیسے خطرے میں پڑ سکتی تھی۔رضا بھی کئی بلاگرز کی طرح واپس آ سکتے ہیں۔ لیکن اصل سوال یہ ہے کہ کیا اس ملک میں قانون کی حکمرانی ہے بھی یا نہیں۔گمشدہ افراد اور ان کے خاندانوں کی قانونی تشفی کا کوئی راستہ نہیں ہے۔ایمنسٹی انٹرنیشنل نے حال ہی میں ایک رپورٹ شائع کی ہے جس میں بجا طور پر بڑھتی ہوئی گمشدگیوں کو پاکستان کے انسانی حقوق کے ریکارڈ پر ایک دھبہ قرار دیا گیا ہے۔رپورٹ کے مطابق گزشتہ چند برسوں میں سینکڑوں اور ممکنہ طور پر ہزاروں ایسے کیسز ملک بھر میں رپورٹ ہوئے ہیں۔رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ جبری گمشدگیوں کے متاثرین کو تشدد، نامناسب سلوک اور موت کا بھی خطرہ ہے۔اب تک اس جرم کے کسی ایک بھی ذمہ دار کو سزا نہیں ہوئی ہے۔ جو بات زیادہ چونکا دینے والی ہے وہ یہ ہے کہ گمشدہ افراد کی تعداد میں رواں سال بہت زیادہ اضافہ ہوا ہے حالانکہ یہ جمہوری حکومت ہے۔ لاپتہ افراد پر انکوائری کمیشن کو اگست سے اکتوبر کے دوران تین سو درخواستیں موصول ہوئی ہیں جو کہ حالیہ چند سالوں میں تین ماہ کے عرصے میں رپورٹ ہونے والی سب سے زیادہ تعداد ہے۔ اگر چہ زیادہ تر متاثرین بلوچستان سے تعلق رکھتے ہیں، اس حوالے سے بھی رپورٹس ہیں کہ سندھ میں بھی مبینہ طور پر سیکیورٹی ایجنسیوں نے سیاسی اور انسانی حقوق کے کارکنوں کی بڑی تعداد کو اٹھایا ہے۔ کچھ لوگوں کو کچھ عرصے بعد چھوڑ دیا گیا لیکن کئی لوگوں کی صورتحال غیر یقینی ہے۔ یہ مقام افسوس ہے کہ قومی میڈیا میں اس حوالے سے چند ہی واقعات رپورٹ ہوئے ہیں۔ یہ بہت غلط ہوتا ہے جب کوئی ریاست بلیک میلرز کے گروہ کے سامنے ہتھیار ڈال دے جو مذہب کے نام پر تشدد کرنا چاہتے ہیں جبکہ قانون توڑے بغیر اپنی رائے دینے والوں کے خلاف سخت اقدامات شروع کر دے۔قومی سلامتی کی ایک تنگ نظر تشریح سے ان لوگوں کو خاموش کرانے کا جواز مل جاتا ہے۔ حال ہی میں فیس بک کے کچھ صفحات کے خلاف بھی کریک ڈاؤن کی خبریں آئی ہیں جو وابستگی، سوچ اور اظہار رائے میں تنوع کے حامی تھے۔ان میں سے کئی صفحات کو بند کر دیا گیا ہے اور ماڈریٹرز کو دھمکیاں مل رہی ہیں۔ ایسے غیر قانونی اقدامات کو اکثر قومی سلامتی کے نام پر جائز قرار دیا جاتا ہے جن سے جمہوریت اور بنیادی انسانی حقوق کی خلاف ورزی ہوتی ہے۔اگر کوئی شخص غلط کام کر رہا ہے تو یہ زیادہ بہتر ہوتا کہ قانون کو اپنا کام کرنے دیا جائے۔قومی سلامتی کے جواز کو بنیاد بنا کر کسی کو انصاف سے محروم نہیں کرنا چاہیے۔ درحقیقت ریاست کی طرف سے بلا امتیاز طاقت کے استعمال سے قومی یکجہتی اور سلامیت کو نقصان پہنچتا ہے۔ہم دیکھ چکے ہیں کہ ایسی جارحانہ اپروچ سے بلوچستان کے عوام تنہا ہوئے ہیں جس سے مسلح افراد اور غیر ملکی خفیہ ایجنسیوں کو اپنا کھیل کھیلنے کا موقع مل گیا۔فوجی حکام کی طرف سے شورش ختم کرنے کے دعوؤں کے بعد بڑے پیمانے پر جبری گمشدگیاں خاص طور پر بہت چونکا دینے والی ہیں۔اب انسانی حقوق کے کارکنوں پر بڑے پیمانے پر ہونے والے کریک ڈان سے ظاہر ہوتا ہے کہ ملک کے اندر اور باہر احتجاج کے باوجود سیکیورٹی ایجنسیوں کو مسلسل استثنیٰ حاصل ہے۔رضا اور کئی دیگر لوگوں کی گمشدگی ظاہر کرتی ہے کہ پاکستان انسانی حقوق کے کارکنوں کیلئے کتنا خطرناک ملک بن چکا ہے اور ان لوگوں کیلئے جو ریاستی زیادتیوں پر آواز بلند کرتے ہیں۔ یہ بات افسوسناک ہے کہ یہ ظالمانہ قدم ان لوگوں کے خلاف اٹھایا جا رہا ہے جو ملک کو ظلمت کے اندھیروں میں دھکیلنے والوں کا مقابلہ کرکے اسے رہنے کے لیے زیادہ بہتر بنانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ یہ ایک ایسے ملک کیلئے شرمناک بات ہے جس نے اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کے چارٹر پر دستخط کئے ہیں پھر بھی اس ملک میں جبری گمشدگیوں کے ہزاروں مقدمات حل طلب ہیں۔

(بشکریہ روزنامہ مشرق)

گمشدگیوں پر مایوسی

آئی۔اے۔رحمان

سینٹ کی قائمہ کمیٹی برائے انسانی حقوق نے فرحت اللہ بابر کی اس مہم کی حمایت کی ہے جس میں انہوں نے جبری گمشدگیوں کے معاملے سے نمٹنے کیلئے ایک نئے، اہل اور بااختیار کمیشن کی تقرری کا مطالبہ کیا ہے۔ اگر حکومت اس مطالبے پر ترجیحی بنیادوں پر توجہ نہیں دیتی تو اس پر یہ الزام لگے گا کہ وہ بھی اس مسئلے میں ملوث ہے۔

سینٹ کی کمیٹی جبری گمشدگیوں پر طاقتور کمیشن کا مطالبہ کرنے والا پہلا فورم نہیں ہے۔ گزشتہ دو ماہ کے دوران سپریم کورٹ نے بار بار اس بات پر حکام کی سرزنش کی ہے کہ وہ اس ناسور سے نمٹنے میں ناکام رہے ہیں۔ جبری گمشدگیوں پر اقوام متحدہ کے ورکنگ گروپ اور اس حوالے سے قائم اقوام متحدہ کی کمیٹیاں جو پاکستان کے انسانی حقوق کے حوالے سے فرائض کا جائزہ لے رہی ہیں۔ انہوں نے بھی مطالبہ کیا ہے کہ لاپتہ افراد کے معاملے کی تحقیقات کیلئے ایک مضبوط کمیشن ہونا چاہیے۔ لیکن موجودہ کمیشن کی مدت میں توسیع کر کے ان مطالبات کو نظرانداز کر دیا گیا۔

گمشدگیوں کے معاملے پر تین ریٹائرڈ ججوں کے کمیشن نے تحقیقات کی تھیں اور آٹھ ماہ تک کئی سماعتوں اور مختلف معاملات کا جائزہ لینے کے بعد کمیشن نے 31 ستمبر 2010 کو اپنی رپورٹ پیش کی تھی۔ حکومت کی طرف سے اس رپورٹ کو شائع کرنے میں ناکامی، لاپتہ افراد کے خاندانوں کی مشکلات اور بڑھادی ہیں۔

ایک اخبار میں کمیشن کی رپورٹ کے کچھ اقتباسات شائع ہوئے تھے اور کسی نے اس کی تردید نہیں کی تھی۔ ان اقتباسات کے مطابق کمیشن نے حکومت کو کم از کم کچھ لاپتہ افراد کی غیر قانونی گمشدگیوں کا ذمہ دار ٹھہرایا ہے اور اسے معاوضہ ادا کرنے کا حکم دیا ہے۔ کمیشن نے پولیس پر بھی تنقید کی کہ جب حکام لاپتہ افراد کو ان کے حوالے کرتے تھے تو پولیس ان کے خلاف جھوٹے مقدمات درج کر لیتی تھی۔ کمیشن نے سفارش کی کہ انٹیلیجنس ایجنسیوں کی کارروائیوں کو قانونی ضابطے میں لانے کیلئے قانون سازی کی جائے۔ لوگوں کو حراست میں رکھنے کے حوالے سے قانونی طریقہ کار وضع کرنے کی تجویز بھی دی گئی۔ کمیشن کی سفارشات کو نظرانداز کر دیا گیا ہے سوائے ایک سفارش کے کہ نیا کمیشن قائم کیا جائے تاکہ اس مسئلے سے نمٹا جا سکے۔

یوں موجودہ کمیشن نے یکم مارچ 2011 سے کام شروع کر دیا اور اسے ججوں کے کمیشن سے 136 کیس ورثے میں ملے۔ اس سال 30 نومبر تک اسے 4378 کیس موصول ہو چکے ہیں۔ واضح طور پر جتنے کیس رپورٹ ہوئے ہیں حالانکہ یہ بہت کم ہے، ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ جبری گمشدگیوں کا معاملہ ختم نہیں ہوا ہے۔ گزشتہ ماہ کے اواخر میں کمیشن کے پاس 1498 کیس زیر التواء تھے۔ کمیشن نے اپنے تئیں اپنا کام پورا کرنے کی پوری کوشش کی اور اس معاملے کو حل نہ کرنے کا زیادہ تر الزام حکومت پر عائد ہونا چاہیے کیونکہ اس نے کمیشن کو مطلوبہ اختیارات، ماہر لوگ اور مطلوبہ وسائل فراہم نہیں کئے۔

> ایک اخبار میں کمیشن کی رپورٹ کے کچھ اقتباسات شائع ہوئے تھے اور کسی نے اس کی تردید نہیں کی تھی۔ ان اقتباسات کے مطابق کمیشن نے حکومت کو کم از کم کچھ لاپتہ افراد کی غیر قانونی گمشدگیوں کا ذمہ دار ٹھہرایا ہے اور اسے معاوضہ ادا کرنے کا حکم دیا ہے۔ کمیشن نے پولیس پر بھی تنقید کی کہ جب حکام لاپتہ افراد کو ان کے حوالے کرتے تھے تو پولیس ان کے خلاف جھوٹے مقدمات درج کر لیتی تھی۔ کمیشن نے سفارش کی کہ انٹیلیجنس ایجنسیوں کی کارروائیوں کو قانونی ضابطے میں لانے کیلئے قانون سازی کی جائے۔ لوگوں کو حراست میں رکھنے کے حوالے سے قانونی طریقہ کار وضع کرنے کی تجویز بھی دی گئی۔ کمیشن کی سفارشات کو نظرانداز کر دیا گیا ہے سوائے ایک سفارش کے کہ نیا کمیشن قائم کیا جائے تاکہ اس مسئلے سے نمٹا جا سکے۔

اگرچہ کمیشن کا ماہانہ رپورٹ دینے کا اقدام لائق تحسین ہے لیکن اس رپورٹ میں معلومات ناکافی ہوتی ہیں۔ مثال کے طور پر اکتوبر 2017 کی رپورٹ میں کہا گیا کہ لاہور سے تعلق رکھنے والی صحافی زینت شہزادی کو بازیاب کرا لیا گیا ہے اور وہ اپنے گھر والوں کے پاس واپس آ چکی ہیں لیکن انہوں نے کمیشن کی اپنے سامنے پیش ہونے کی دعوت کو قبول نہیں کیا۔ کمیشن کے لیے یہ معاملہ یہاں پر ہی ختم ہو گیا۔ کیا کمیشن کسی کو بھیج کر اس بات کی تسلی نہیں کر سکتا تھا کہ شہزادی واقعی آزاد ہو چکی ہے اور اس کا بیان بھی ریکارڈ کیا جا سکتا تھا۔

شہزادی کی والدہ نے پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کے ساتھ آخری بار رابطے میں کہا تھا کہ ان کی بیٹی اسلام آباد کے ہسپتال میں ہے اور ماہر نفسیات کو اپنا ذہنی معائنہ کروا رہی ہیں۔ کمیشن یا حکومت یا پھر اسلام آباد کے کمشنر کیلئے بھی ناممکن نہیں تھا کہ وہ شہزادی کو تلاش کریں اور اس بات کا پتا چلائیں کہ کون ان تک رسائی روک رہا ہے۔ اگر اپنی دو سالہ قید کے دوران ان کی صحت بہت زیادہ گر چکی ہے تو یہ حکومتی ذمہ داری ہے کہ وہ ان کا علاج یقینی بنائے۔

حکام میں سے کسی نے بھی ان غیر ریاستی عناصر کے متعلق کوئی بات نہیں کی ہے جو شہزادی کے اغوا میں ملوث تھے۔ کیا اسے ان کے اغوا کاروں کے پنجے سے چھڑایا گیا ہے یا پھر وہ انہیں کسی سڑک کنارے پھینک کر بھاگ گئے؟ کیا انہیں اغوا کرنے والوں میں سے کسی کو گرفتار کیا گیا یا کسی کی نشاندہی ہوئی؟ کیا اس کا کیس کسی وفاقی، صوبائی یا مقامی اتھارٹی کے پاس موجود ہے؟ اگر حکومت یہ چاہتی ہے کہ اسے ایک ذمہ دار اتھارٹی سمجھا جائے تو ان تمام سوالات کے تسلی بخش جوابات ضروری ہیں۔

اب نیشنل کمیشن آف پاکستان نے ان کے کیس کا نوٹس لیا ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ ان کی مداخلت کتنی کارگر ثابت ہوگی۔

اب سول سوسائٹی رضا محمود خان کے متعلق پریشان ہے جو لاہور سے تعلق رکھنے والے کارکن ہیں اور گزشتہ ہفتے غائب ہوئے تھے۔ ان کی سرگرمیاں کبھی بھی خفیہ نہیں تھیں اور ان کے گھر کی تو بظاہر پیشہ ور لوگوں نے تلاشی بھی لی تھی۔

یہ کہا جاتا ہے کہ جبری گمشدگیوں کا شکار لوگ اس بارے میں بات نہیں کرتے۔ انہیں انتقام کا خوف ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے کئی کیس رپورٹ ہی نہیں ہوتے۔ ان لوگوں کے خاندان اس امید پر چپ رہتے ہیں کہ شاید اس وجہ سے وہ کسی گٹر سے لاش برآمد ہونے کے عذاب سے بچ جائیں گے۔

لیکن ایک شخص خاموش نہیں رہا۔ ناصر شیرازی جو وحدت مسلمین کے لیڈر تھے انہیں حال ہی میں تین ہفتے کے بعد چھوڑا گیا۔ انہوں نے اخبارات میں بیان دیا ہے۔ انہیں بھی منہ بند رکھنے کو کہا گیا تھا۔ ان کے مطابق انہیں لاپتہ افراد کے حق میں آواز اٹھانے کی وجہ سے اٹھایا گیا۔ دیکھنا یہ ہے کہ اس واقعے پر کیا کارروائی کی جاتی ہے۔ ایک طاقتور کمیشن کے قیام کے علاوہ اور بھی بہت کچھ ہونا ضروری ہے۔ 2010 میں قائم ہونے والی ججوں کے کمیشن کی سفارشات کو لاگو کیا جانا چاہیے اور لاپتہ افراد پر عالمی میثاق کی توثیق ہونی چاہیے۔ آخر میں، حکومت کو چاہیے کہ وہ جبری گمشدگیوں کو ماضی کا حصہ بنا دے۔

(انگریزی سے ترجمہ، بشکریہ ڈان)

منفی جذبات کو مثبت کریں!

اسرار ایوب

شاید آپ کے علم میں نہ ہو کہ آج کی دنیا کے ان پڑھ ترین ممالک کی فہرست میں پہلے دس کے دس ملک مسلمان ہیں جبکہ پڑھے لکھے ترین پہلے دس ممالک میں ایک بھی مسلمانوں کا نہیں، اس فہرست میں اسرائیل دوسرے نمبر پر ہے (پہلا نمبر کینیڈا کا ہے)، معاشی اعتبار سے مضبوط ترین دس ممالک میں بھی کوئی مسلمان ملک شامل نہیں۔ اگر ہم ذلت و رسوائی کے دلدل سے نکلنا چاہتے ہیں تو ہمیں دو باتیں خاص طور پر سمجھنی ہوں گی۔ پہلی یہ کہ اہلِ مغرب کی ترقی اس طرح ممکن ہوئی کہ جب سسلی اور سپین فتح ہوئے اور مسلمانوں کی تہذیب یورپ کی تہذیب سے ٹکرائی تو وہاں کے لوگوں نے یہ تسلیم کرنے میں وقت برباد نہ کیا کہ مسلمانوں کا نظامِ زندگی ان سے کہیں بہتر ہے، انہوں نے مان لیا کہ وہ غلط راستے پر چل رہے ہیں تو ہی وہ درست سمت میں چلنا شروع ہوئے۔ اسی کو ''رینیسنس اور ریفارمیشن'' کی تحریک کہتے ہیں جو یورپ کو انکے اپنے مورخین کے بقول ارتقائی مراحل کی بلند ترین سطح پر لے آئی۔ ہمارا مسئلہ یہ ہے کہ ہم یہی تسلیم کرنے کو تیار نہیں کہ ہم غلط ہیں تو صحیح راستے پر چل ہی کیسے سکتے ہیں؟

یہودیوں کی آبادی تقریباً ایک کروڑ چالیس لاکھ یعنی کرہ ارض کی کل آبادی کا 0.22 فیصد ہے جبکہ مسلمانوں کی تعداد ایک ارب ساٹھ کروڑ کے لگ بھگ ہے جو دنیا کی کل آبادی کا 23 فیصد بنتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہیے کہ اگر زمین پر آباد انسانوں کی کل آبادی کو 100 سے تعبیر کیا جائے تو اس میں 23 لوگ مسلمان ہوں گے جبکہ یہودیوں کی تعداد ایک انسان کے چوتھے حصے کے برابر ہوگی، لیکن یہ ایک بٹا چار انسان 23 سالم انسانوں کے قابو میں نہیں آ رہا بلکہ انہیں ناکوں چنے چبوا رہے ہیں۔ اس لئے کہ یہودی کام کر رہے ہیں اور مسلمان باتیں۔

2014 تک کے اعداد و شمار کی رو سے یہودیوں نے مسلمانوں کے 12 کے مقابلے میں 193 نوبل انعام جیتے یعنی کل نوبل انعامات کا 20 فیصد یہودیوں اور فقط 0.005 فیصد مسلمانوں کے حصے میں آیا۔ امن کے نوبل انعامات نکال دیے جائیں تو مسلم اعزازات کی تعداد سکڑ کر 3 رہ جاتی ہے جن میں ایک ادب ایک طب اور ایک کیمسٹری میں جیتا گیا (ایک فزکس میں بھی بتایا جاتا ہے لیکن اسے حاصل کرنے والے ڈاکٹر عبدالسلام ہیں جنہیں مسلمان تسلیم نہیں کیا جاتا) جبکہ یہودیوں نے ادب میں 13، طب میں 55 کیمسٹری میں 36، معیشت میں 51 اور امن میں 9 انعام جیتے۔

شاید آپ کے علم میں نہ ہو کہ آج کی دنیا کے ان پڑھ ترین ممالک کی فہرست میں پہلے دس کے دس ملک مسلمان ہیں جبکہ پڑھے لکھے ترین پہلے دس ممالک میں ایک بھی مسلمانوں کا نہیں، اس فہرست میں اسرائیل دوسرے نمبر پر ہے (پہلا نمبر کینیڈا کا ہے)، معاشی اعتبار سے مضبوط ترین دس ممالک میں بھی کوئی مسلمان ملک شامل نہیں۔ اگر ہم ذلت و رسوائی کے دلدل سے نکلنا چاہتے ہیں تو ہمیں دو باتیں خاص طور پر سمجھنی ہوں گی۔ پہلی یہ کہ اہلِ مغرب کی ترقی اس طرح ممکن ہوئی کہ جب سسلی اور سپین فتح ہوئے اور مسلمانوں کی تہذیب یورپ کی تہذیب سے ٹکرائی تو وہاں کے لوگوں نے یہ تسلیم کرنے میں وقت برباد نہ کیا کہ مسلمانوں کا نظامِ زندگی ان سے کہیں بہتر ہے، انہوں نے مان لیا کہ وہ غلط راستے پر چل رہے ہیں تو ہی وہ درست سمت میں چلنا شروع ہوئے۔ اسی کو ''رینیسنس اور ریفارمیشن'' کی تحریک کہتے ہیں جو یورپ کو انکے اپنے مورخین کے بقول ارتقائی مراحل کی بلند ترین سطح پر لے آئی۔ ہمارا مسئلہ یہ ہے کہ ہم یہی تسلیم کرنے کو تیار نہیں کہ ہم غلط ہیں تو صحیح راستے پر چل ہی کیسے سکتے ہیں؟

اور دوسری بات یہ کہ قرآن مومنین کی ایک خوبی یہ بھی بتاتا ہے کہ وہ اپنے غصے کی کظامت کرتے ہیں (کاظمین الغیظ)، جس کا درست مطلب اس وقت تک سمجھ نہیں آ سکتا جب تک یہ نہ جان لیا جائے کہ عرب لوگ پانی کے کنوؤں کو زمین دوز نالیوں کے ذریعے ایک خاص سطح پر ایک دوسرے کے ساتھ ملا دیا کرتے تھے تاکہ جس کنوئیں میں پانی زیادہ ہو وہاں سے خود بخود اس کنوئیں میں چلا جائے جہاں کم ہو، اس عمل کو کظامت کہا جاتا تھا۔ غصے کی کظامت کا مطلب عربی لغت (تاج العروس، محیط المحیط وغیرہ) کی رو سے یہ ہے کہ منفی جذبات کے دھارے کو مثبت سمت میں موڑ دیا جائے۔

اس حوالے سے ایک استاد کی کہانی یاد آ رہی ہے جو ہمارے پڑوس کے گاؤں میں رہتا تھا اور جس کا تعلق نچلی ذات سے تھا جبکہ اس نے ایک اعلی النسل بچے کی پٹائی کر دی، بچے کے باپ نے ہیڈ ماسٹر کے دفتر میں سب کے سامنے استاد کو بڑا بے عزت کیا، گالیاں بھی نکالیں اور پٹائی بھی کی کہ تجھ جیسے ''کمّی کمین'' نے میرے بچے پر ہاتھ اٹھانے کی جرات کیسے کی؟ استاد کو بھی بہت غصہ آیا لیکن اس نے واپس گالیاں نکالنے یا ہاتھ اٹھانے کے بجائے ملازمت سے استعفیٰ دے دیا اور گاؤں چھوڑ کر بیرونِ ملک چلا گیا، سر پر آگے بڑھنے کا جنون سوار تھا، دن رات کی مشقت اسے بڑا تھکاتی تھی لیکن اس کا غصہ اسے مذید محنت پر مائل کرتا رہتا تھا، حتیٰ کہ وہ اتنا امیر آدمی بن گیا کہ اونچی ذات کے لوگ اس کے یہاں نوکریوں کی درخواستیں دینے لگے جن میں بچے کا باپ بھی شامل تھا۔ سیدھی سی بات ہے کہ اگر مسلمان خود پر ڈھائے جانے والے مظالم کا بدلہ لینا چاہتے ہیں تو انہیں اپنے غصے کو کظامت کرنی ہوگی، فکر و عمل کی راہوں سے تقلید کے اندھے پہرے ہٹانے ہوں گے، جہالت و قدامت کو خیر آباد کہنا ہو گا، علم و ہنر کے آنگن میں بہاروں کو پیش قدمی کی اجازت دینی ہوگی اور دنیا میں وہ مقام حاصل کرنا ہوگا کہ کوئی میلی آنکھ سے دیکھنے کا سوچ بھی نہ سکے۔ ان دونوں باتوں کو سمجھ لیا جائے تو اس سوال کا جواب ڈھونڈنا مشکل نہیں کہ کیوں نبی کریمؐ کے بدترین دشمن بھی جو (انتہا پسندی میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے) آپ کی صداقت اور امانت کی گواہی دیا کرتے تھے، (اور تو اور) اپنی امانتیں آپ کے پاس چھوڑ جاتے تھے اور شدید ترین بغض و عناد کے باوجود آپ کے کردار کو بطور نظیر پیش کیا کرتے تھے؟

کاش ہم نبی کریمؐ کے نقشِ قدم پر چلیں اور اپنے کردار کے ذریعے علم و حکمت، محبت و درگزر اور امن و سلامتی کا پیغام دنیا بھر میں عام کر سکیں تاکہ ہمارے بدترین دشمن بھی ہمیں عزت کی نگاہ سے دیکھیں اور ہماری مثال دیا کریں۔ بصورتِ دیگر اس میں شک و شبہے کی کوئی گنجائش نہیں کہ ہم اپنی ذلت و رسوائی کو یہود و ہنود کی سازش قرار دے کر حقیقت سے پہلو تہی کرتے رہے تو حالات بہتر ہونے کے بجائے اور بھی خراب ہوں گے۔

(بشکریہ روزنامہ خبریں)

افسوسناک صورتحال

بابر ایاز

سوری وہ لفظ ہے جو پاکستانی معاشرے میں کم ہی بولا جاتا ہے۔ کیونکہ پاکستان میں اپنی غلطی مان کر معافی مانگ لینا ایک غیر مقبول خوبی ہے خاص طور پر ان لوگوں میں جو صاحب اقتدار ہیں۔ یہاں میں کچھ ایسی تکلیف دہ مثالیں پیش کرتا ہوں جب طاقتور گروپوں اور اداروں کی غلطیوں سے قوم کو بڑے پیمانے پر نقصان پہنچا۔ اس کی ایک حالیہ مثال حکومت یا اسٹیبلشمنٹ اور فیض آباد دھرنے کے شرکاء میں ہونے والا چھ نکاتی معاہدہ ہے۔ اس معاہدے میں کہیں بھی اس بات پر افسوس کا اظہار نہیں کیا گیا کہ جڑواں شہروں کے رہنے والے لوگوں کو دھرنے کی وجہ سے مشکلات کا شکار ہونا پڑا۔ ایسی خبریں بھی تھیں کہ ان دھرنوں کی وجہ سے دو افراد بروقت ہسپتال نہ پہنچ سکے اور ان کا انتقال ہو گیا۔ تحریک لبیک یا رسول اللہ کی قیادت نے دعویٰ کیا کہ وہ ایک مقدس مقصد کیلئے احتجاج کر رہے ہیں جس میں شہریوں سے ایسی قربانیاں ضروری تھیں۔ لیکن یہ دلیل صرف اسی صورت میں تسلیم کی جا سکتی ہے جب شہریوں نے رضا کارانہ طور پر یہ قربانیاں دی ہوں نہ کہ تحریک لبیک کے ڈنڈا برداروں کے ڈر سے۔ اسی طرح اس سے قطع نظر کہ مظاہرین کے مطالبات کتنے غیر معقول تھے، حکومت نے بھی مطالبات کو ماننے میں تاخیر کر کے عوام کو جو تکلیف پہنچائی اس پر ذرہ بھی شرمندگی کا اظہار نہیں کیا۔ نا ہی ایسا لگتا تھا کہ انہوں نے اس معاہدے کے طویل مدتی مضمرات کا جائزہ لیا ہے۔ اسٹیبلشمنٹ کے زور دینے پر حکومت نے یہ معاہدہ کر کے ایک خوفناک مثال قائم کر دی ہے۔ اس کی ایک اور مثال لے لیجئے، نواز شریف کے نااہلی کیس میں معزز عدالت نے ٹیکس قانون میں دی گئی قانونی تشریح کو نظرانداز کر کے 'قابل وصول' کا ڈکشنری میں ترجمہ دیکھا۔ جب شریف کے وکلاء نے نظرثانی کی پٹیشن دائر کی تو اسے بھی انہی ججوں نے سنا جو کہ روایتی ہے لیکن ایسا نہیں ہونا چاہیے تھا۔ نظرثانی کی پٹیشن کو ایک اور بینچ کی طرف سے سنا جانا چاہیے تھا کیونکہ انسان ہونے کے ناطے ججوں سے یہ توقع نہیں کی جا سکتی کہ وہ اس بات کو مان لیں گے کہ ان کا ابتدائی فیصلہ غلط تھا۔ چیف جسٹس افتخار چودھری کے نازک دور میں عدلیہ بھی پاپولزم کا

اسٹیبلشمنٹ کے زور دینے پر حکومت نے یہ معاہدہ کر کے ایک خوفناک مثال قائم کر دی ہے۔ اس کی ایک اور مثال لے لیجئے، نواز شریف کے نااہلی کیس میں معزز عدالت نے ٹیکس قانون میں دی گئی قانونی تشریح کو نظرانداز کر کے 'قابل وصول' کا ڈکشنری میں ترجمہ دیکھا۔ جب شریف کے وکلاء نے نظرثانی کی پٹیشن دائر کی تو اسے بھی انہی ججوں نے سنا جو کہ روایتی ہے لیکن ایسا نہیں ہونا چاہیے تھا۔ نظرثانی کی پٹیشن کو ایک اور بینچ کی طرف سے سنا جانا چاہیے تھا کیونکہ انسان ہونے کے ناطے ججوں سے یہ توقع نہیں کی جا سکتی کہ وہ اس بات کو مان لیں گے کہ ان کا ابتدائی فیصلہ غلط تھا۔ چیف جسٹس افتخار چودھری کے نازک دور میں عدلیہ بھی پاپولزم کا شکار ہو گئی اور اس نے ریکوڈک، سٹیل ملز اور کارکی کراڈینز کے کمرشل کیسز میں ایسے فیصلے دیئے جنہیں نابالغ میڈیا اور سیاستدانوں نے تو بہت سراہا لیکن اس کے نتیجے میں قوم کو اربوں ڈالر کا نقصان ہوا۔ لیکن کیا معزز عدلیہ کے عالی قدر ججوں میں کوئی ایسی روایت ہے کہ وہ اپنی غلطیاں تسلیم کریں۔ اب ہم دوبارہ سیاسی اور فوجی فیصلوں کا جائزہ لیتے ہیں جہاں ہماری قیادت کو غلط فیصلوں پر معافی مانگنی چاہیے۔

شکار ہو گئی اور اس نے ریکوڈک، سٹیل ملز اور کارکی کراڈینز کے کمرشل کیسز میں ایسے فیصلے دیئے جنہیں نابالغ میڈیا اور سیاستدانوں نے تو بہت سراہا لیکن اس کے نتیجے میں قوم کو اربوں ڈالر کا نقصان ہوا۔ لیکن کیا معزز عدلیہ کے عالی قدر ججوں میں کوئی ایسی روایت ہے کہ وہ اپنی غلطیاں تسلیم کریں۔ اب ہم دوبارہ سیاسی اور فوجی فیصلوں کا جائزہ لیتے ہیں جہاں ہماری قیادت کو غلط فیصلوں پر معافی مانگنی چاہیے۔ جناح کی زیر قیادت حکومت کو ہی لیں جس نے اردو کو قومی زبان قرار دینے کا اعلان کیا جو مشرقی پاکستان کے لوگوں کیلئے ناقابل قبول تھی اور ان لوگوں نے نا صرف یہ کہ اس پر احتجاج کیا بلکہ جانیں بھی دیں۔ آخرکار حکومت نے بنگالی کو بھی قومی زبان کا درجہ دے دیا۔ کسی نے سوری نہیں بولا۔ کسی نے یہ اعتراف نہیں کیا کہ پہلا فیصلہ غلط تھا۔ کسی نے بھی ون یونٹ کے قیام پر معافی نہیں مانگی جس کی وجہ سے مشرقی بنگال کا سب سے بڑا صوبہ ہونے کا اعزاز ختم ہو گیا۔ جب انیس سو چھپن کا آئین منسوخ ہوا تو کسی نے سوری نہیں کہا جسے ملک بننے کے سات برس بعد منظور کیا گیا تھا۔ انیس سو اٹھاون میں مارشل لاء کی بڑی غلطی پر بھی کوئی معافی کا طالب نہ ہوا جس کی وجہ سے جمہوری عمل کی نشونما رک گئی اور مشرقی پاکستان کے لوگ مزید تنہا ہو گئے۔ کسی نے بھی کشمیر میں انیس سو پینسٹھ میں خفیہ آپریشن کی غلطی تسلیم نہیں کی جس کے نتیجے میں پاک، بھارت جنگ ہو گئی۔ جنگی وسائل ختم ہونے کی وجہ سے پاکستان کو صرف سترہ دن بعد ہی جنگ بندی قبول کرنا پڑی اگر یہ جنگ جاری رہتی تو ہم بری طرح ہار بھی سکتے تھے۔ o کسی میں اتنی اخلاقی جرات نہیں تھی کہ وہ بنگلہ دیش کے لوگوں سے معافی مانگے کہ ان کا استحصال ہوا اور انہیں ایک نوآبادی جیسے سلوک کے بعد فوجی آپریشن کا بھی سامنا کرنا پڑا۔ اسٹیبلشمنٹ میں کسی میں یہ قبول کرنے کی جرت نہیں تھی کہ سوویت جنگ میں شمولیت ہماری سب سے بڑی غلطی تھی۔ گزشتہ تین دہائیوں کے دوران پاکستان اور افغانستان ضیاء کے فوجی ایڈونچر کی وجہ سے خونریزی کا شکار ہیں۔ ہتھیاروں کا پھیلاؤ اور متشدد سیاست کا فروغ ضیاء کے جہادا یڈونچر کا ہی نتیجہ ہیں۔ کسی نے بھی کارگل ایڈونچر پر معافی نہیں مانگی جہاں ہمارے بہت سے فوجی کشمیری مجاہدین کے روپ میں لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔ جب ہم نے کارگل کی لڑائی ہارنا شروع کی تو ہم امریکہ کے پاس بھاگے گئے تاکہ اس سے بھارت کو سیز فائر کیلئے مجبور کر سکیں۔ میں نے یہاں غیر ریاستی عناصر کے وہ ایڈونچر درج نہیں کیئے جو مبینہ طور پر ہماری اسٹیبلشمنٹ کے حمایت یافتہ ہیں اور جنہوں نے بھارت کے ساتھ امن عمل سبوتاژ کیا۔ مشکل یہ ہے کہ کیونکہ ہم سوری نہیں کہتے اور اپنی غلطیاں تسلیم نہیں کرتے اس لئے ہم خود کو ٹھیک بھی نہیں کر پاتے اور اس کی بجائے دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم عالمی سازشوں کا شکار ہیں۔ ہماری اسٹیبلشمنٹ اور میڈیا کی اکثریت خود کو حق میں سمجھنے کی غلط فہمی میں مبتلا ہے۔ اب خدا ہی ہمیں بچا سکتا ہے۔

(بشکریہ روزنامہ مشرق)

تقریباً شادی شدہ

رافعہ زکریا

برطانوی مسلمانوں کی زندگی آسان نہیں ہے۔ وہ ایک ایسے برطانوی معاشرے میں رہ رہے ہیں جہاں غیرملکیوں سے نفرت بڑھ رہی ہے اور برطانیہ فرسٹ جیسے گروپ کھل کر مسلمانوں کو نکالنے کا مطالبہ کرر ہے ہیں اوراس سیاسی نظریے کوفروغ دے رہے ہیں کہ یہ لوگ یہاں ہمارا حق مار رہے ہیں۔سکولوں میں اساتذہ اور دیگر عملے سے کہا گیا ہے کہ وہ طلبہ پر نظر رکھیں حالانکہ سکارف پہننے والی چھوٹی لڑکیوں کی بھی نگرانی کی جائے اور نو اور دس سال کے بچوں میں بھی مشکوک رویے کی رپورٹیں دی جائیں۔ پولیس بھی ان کی نگرانی کرتی ہے اور انہیں دہشتگرد ہونے کے تاثر کی وجہ سے ہراساں کیا جا رہا ہے۔ یہ حقیقت کہ یہ لوگ مخصوص علاقوں میں رہتے ہیں انہیں مزید تنہائی کا شکار بنا رہا ہے۔ان کے رہنے کی جگہوں کو ایسے علاقوں میں بدل دیا گیا ہے جہاں یہ یقین کرنا مشکل ہے کہ وہ اپنے آبائی مما لک کے دیہات سے باہر رہ رہے ہیں۔ مسلمانوں پر یہ تنہائی خواہ مسلط کی گئی ہو یا خودساختہ ہو، اس سے بہت سے مسائل پیدا ہو رہے ہیں۔ بی بی سی کے چینل فور کی ایک دستاویزی فلم میں مسلمانوں کے اندر شادی کے کنٹریکٹ کے حوالے سے قانونی مسائل واضح کئے گئے ہیں۔ محققین نے چودہ برطانوی شہروں میں نوسوتئیس خواتین کے انٹرویو کئے۔ ہر دس میں سے چھ خواتین جو نکاح کر چکی ہیں وہ ریاستی قانون کے تحت شادی شدہ تسلیم ہی نہیں کی جاتیں۔اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کی مذہبی شادی کے باوجود ان کے اپنے شوہروں سے تعلق کو برطانوی ریاست تسلیم ہی نہیں کرتی۔شوہر کا انتقال ہونے کی صورت میں ایسی خواتین جائیداد کی قانونی وارث نہیں ہوں گی۔ طلاق کی صورت میں بھی انہیں شادی کے بعد بنائے گئے اثاثوں میں سے برابر حصہ نہیں ملے گا جو کہ برطانوی قانون میں طے شدہ ہے۔اس کا مطلب یہ ہے کہ انہیں ان کا خاندانی گھر بھی نہیں ملے گا جس میں وہ شاید کئی دہائیوں سے رہتی آئی ہوں یا پھر انہیں شوہر کی پنشن بھی نہیں ملے گی جو کہ قانونی طور پر برطانوی خواتین کا حق ہے۔ دوسرے الفاظ میں وہ ریاست کی نظروں میں سرے سے شادی شدہ ہی نہیں ہیں۔ اس کے علاوہ اگر ان کا شوہر پہلے سے شادی شدہ ہو یا دوسری شادی کرنا چاہے تو بھی ان خواتین کو کوئی قانونی تحفظ نہیں ملتا۔اس کی وجہ کوئی حیران کن نہیں ہے۔ برطانیہ مذہبی شادیوں کو تسلیم نہیں کرتا بلکہ اس کیلئے ایک الگ تقریب ہونا ضروری ہے۔ لیکن اکسٹھ فیصد برطانوی مسلمان خواتین کیلئے ایسی تقریب منعقد ہی نہیں ہوتی۔ یا تو خاندان کے بڑے کہہ دیتے ہیں کہ ایسی کسی بھی تقریب کا مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں کے نکاح کو مسترد کیا جا رہا ہے یا پھر کسی ایک یا دونوں فریقوں کو علم نہیں ہوتا کہ موت یا طلاق کی صورت میں یہ نکاح موثر نہیں سمجھا جائے گا۔ پھر اس بات کا امکان بھی ہمیشہ رہتا ہے کہ پہلے سے شادی شدہ مرد اپنی پہلی شادی چھپانے کیلئے ایسا کرے۔ مرد کو یہ آسانی بھی مل جاتی ہے کہ وہ صرف تین طلاقیں دے کر اس شادی کو ختم کر دے۔ حالانکہ سول تقریب ہونے کی صورت میں وہ ایسا نہیں کر سکتے۔ یہ آخری حقیقت اس لئے بھی اہم ہے کیونکہ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ برطانوی مسلمان خواتین کو تو پاکستانی خواتین سے بھی کم حقوق میسر ہیں جہاں کم ازکم قانون کے تحت نکاح اور طلاق کے معاملات کی رجسٹریشن ضروری ہے۔اس سے برطانوی مسلمان خواتین کی مجموعی حالت کا اندازہ ہوتا ہے۔ یہ خواتین اپنی ذات برادری اور مذہب کے دائروں میں قید ہیں اور ان کی کوئی قانونی حیثیت نہیں ہے۔ان کے آبائی مما لک کے قوانین بھی نافذ نہیں ہو سکتے کیونکہ وہ خواتین ملک سے باہر ہوتی ہیں جیسا کہ پاکستان یا بنگلہ دیش میں، برطانوی مسلمانوں کی اکثریت انہی دو مما لک سے تعلق رکھتی ہے اور قانونی طور پر وہ برطانیہ میں بھی نہیں ہیں۔اس طرح سے انہیں قانونی تحفظ حاصل نہیں ہو پاتا اور وہ مکمل طور پر مردوں کے رحم وکرم پر ہوتی ہیں جوان برادریوں کی مساجد اور شریعہ کونسلز میں اکثریت میں ہیں۔ عام طور پر اسی بات کو اسلامی مانا جاتا ہے جو اس علاقے کے مرد کی نظر میں ان کے مفاد کے مطابق ہوتی ہے۔اس قانونی خلاء کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ اسلامی اور برطانوی دونوں قوانین ہی غیر موثر ہو چکے ہیں اور اس سے ازدواجی جرائم بڑھ گئے ہیں۔ گھریلو تشدد بڑھا ہے اور بعض معاملات میں تو قتل بھی ہوئے ہیں۔ ایسے ایک مقدمے میں زیتون بی بی نامی ایک خاتون جو تنویر اقبال کی دوسری بیوی تھی اس نے اپنے شوہر کو قتل کر دیا۔اقبال نے اپنی پہلی بیوی کو بتائے بغیر زیتون سے شادی کی تھی۔ یہ صورتحال کئی برسوں تک برقرار رہی آخر زیتون بی بی نے حسد کا شکار ہو کر پہلی بیوی کو بتا دیا۔اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اقبال نے کہا کہ وہ اب زیتون سے کوئی تعلق نہیں رکھنا چاہتا حالانکہ ان کا نکاح ہو چکا تھا۔زیتون بی بی کی غلط فہمی تھی کہ پہلی بیوی اقبال کو نکال دے گی لیکن اس کے برعکس ہوا۔ زیتون نے ایک دن اقبال کو گھر بلایا اور کچھ دیگر لوگوں کی مدد سے اسے قتل کر دیا۔ یہ افسوسناک معاملہ تو صرف ایک مثال ہے کہ وہ لوگ جو اپنے موجودہ وطن کو شک کی نظر سے دیکھتے ہیں اور آبائی وطن سے کٹے ہوئے ہیں وہ کتنی اخلاقی پستی میں گر چکے ہیں۔ برطانوی مسلم برادری اور پاکستانیوں کے مذہبی لیڈروں کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ سول اور اسلامی شادی دونوں کی اہمیت کو اجاگر کریں۔ کیونکہ اس معاملے میں پھنسی ہوئی عورتوں کو اس کی قیمت ادا کرنا پڑتی ہے اور انہیں اس کا کوئی صلہ بھی نہیں ملتا۔

(بشکریہ روزنامہ مشرق)

جہد حق پڑھنے والے توجہ کریں

- آپ نے اس شمارہ کا مطالعہ کیا۔
  جوخامیاں/ کمزوریاں آپ کو نظر آئی ہوں۔ان کی نشاندہی خط کے ذریعے سے کیجئے۔
- آپ بھی اپنے علاقے میں ہونے والی انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کی رپورٹ/اطلاع ہمیں اس رسالہ میں چھپنے والا رپورٹ فارم پُر کر کے بذریعہ ڈاک روانہ کر سکتے ہیں۔ حقائق اچھی طرح سے تصدیق کر کے لکھیں۔

HRCP کارکن متوجہ ہوں

'''جہد حق'' کے لیے رپورٹ فارم کے مطابق کوائف پر مبنی رپورٹیں، خبریں، تصاویر اور انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں سے متعلق دیگر مواد مہینے کے تیسرے ہفتہ تک پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کے مرکزی دفتر میں پہنچ جانا چاہیے تا کہ یہ اگلے شمارے میں شائع کیا جا سکے۔

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق

''ایوان جمہور'' 107 - ٹیپو بلاک،

نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور

جہد حق کا تازہ شمارہ اور پچھلے شمارے ویب سائٹ پر موجود ہیں۔ پتہ:

www.hrcp-web.org

ایک توجہ طلب معاملہ

ارشاد احمد

معذوری افراد کا عالمی دن 1992ء سے 3 دسمبر کو منایا جاتا ہے۔ اس کا بنیادی مقصد معاشرے کے تمام تہذیبی معاشی اور سیاسی شعبوں میں معذوری کے شکار افراد کی خوشحالی، حقوق کے تحفظ اور ترقی کے متعلق آگاہی پیدا کرنا ہے۔ جیسا کے 2017ء میں ''سب کے لئے مضبوط اور پائیدار معاشرے کی طرف تبدیلی'' کے نام سے معذوری کے شکار افراد کا عالمی دن منایا گیا۔

اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے 2006ء میں ''معذوری کے شکار لوگوں کے کنونشن'' کے نام سے ایک ضابطے کو اپنایا جو بعد ازاں 2008ء میں لاگو ہوا اور تقریباً 175 ممالک نے اس کی توثیق کی۔ پاکستان نے اس کنونشن پر 2008ء کو دستخط کرنے کے بعد 5 جولائی 2011ء میں اس کی توثیق کی۔

معذوری ہے کیا؟ عالمی ادارہ صحت کے مطابق معذوری کا مطلب:۔

وہ رکاوٹ جو کسی کام کو منظّم طریقے سے سرانجام دینے سے روکتی ہے جو کہ وہ ایک عام آدمی کیلئے آسان ہو۔

ایک سروے کے مطابق دُنیا کی تقریباً 15 فیصد آبادی معذور پن کا شکار ہے۔ جس میں 93 ملین صرف بچوں کی تعداد ہے۔ سپارک کے مطابق پاکستانی آبادی کا تقریباً 5.053 فیصد لوگ معذوری کا مقابلہ کررہے ہیں جو کہ ترقی پذیر ملک کیلئے ایک بہت بڑا چیلنج ہے۔ ماہرین اور خصوصی بچوں کے حقوق کیلئے سرگرم سماجی کارکنوں کے مطابق معذور لوگوں کے ساتھ بدسلوکی اور امتیازی رویہ روا رکھا جاتا ہے۔ان ہی بدسلوکیوں میں سے جنسی استحصال سرفہرست ہے۔ اس لئے ''معذوری کے شکار افراد کے حقوق کے میثاق (CRPD) نے خصوصی لوگوں کے بنیادی حقوق کے علاوہ ان کی عزت نفس اور انفرادی خودمختاری کو بحال کرنے کے لئے کچھ ایسے اصول وضوابط تشکیل دیئے جس کے تحت اُن کو ہر قسم کے امتیازی سلوک سے تحفظ دیا جائے اور معاشرے کا ایک موثر فرد بننے کی حوصلہ افزائی کی جائے گی۔ CRPD پر دستخط کرنے کی وجہ سے پاکستان اس بات کا پابند ہے کہ وہ خصوصی لوگوں کو استحصال، تشدد اور دوسرے ظالمانہ خوف وہراس سے تحفظ دلانے کیلئے قانونی انتظامی اور دیگر مناسب اقدامات اُٹھائے۔ کیونکہ اگر اس کنونشن کے نظریے پر غور کیا جائے تو ہم اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ اس کا بنیادی مقصد خصوصی لوگوں کے اختلافات کا احترام کیا جائے اور ان کی صلاحیتوں کی بنیاد پر یکساں مواقع فراہم کر کے ان کے حق شناخت کو برقرار رکھا جائے۔

پاکستان (CRPD) سی آر پی ڈی کے ساتویں برس میں ہے۔ مگر اب تک ہمیں کسی بھی شعبے میں کوئی مثبت پہلو نظر نہیں آیا۔ اس کا رُکن ہونے کے باوجود معذوری کے شکار افراد کو اعلیٰ اور جدید تعلیم کے حصول میں ان گنت مشکلات کا سامنا ہے۔ ایک طرف رشوت اور جانبدارانہ طریقوں سے منتخب ہونے والے لوگوں کی وجہ سے ہمارے ملک میں باصلاحیت اور قابل اساتذہ کی کمی ہے تو دوسری طرف ووکیشنل اور ٹیکنیکل تربیت کی کمی، محدود متقاضی ساز وسامان اور تعلیمی اداروں کی کمزور نگرانی خصوصی طالعلموں کیلئے ایک بہت بڑا چیلنج ہے۔ اور اسی محدود تعلیمی سہولیات کی وجہ سے بہت سارے صلاحیت رکھنے والے بچوں کی تعلیم تک رسائی ممکن نہیں۔ ان کی اس کمزور حالت کے تناظر میں وفاقی اور صوبائی حکومتوں کو چاہیے کہ وہ ہر سطح پر جدید ٹیکنالوجی بشمول معلومات اور کمیونیکیشن (Cornmuniction) نقل و حرکت، تعاون، آلات اور معاون لوازمات جو ان کے لئے موزوں ہوں کو ترقی دے۔ اور یہ ترقی تب ہی ممکن ہوگی جب وفاقی اور صوبائی حکومتیں دستیاب ذرائع کا موثر استعمال کر کے بجٹ کا ایک مناسب حصہ ان کاموں کی تکمیل کیلئے مختص کرے۔

سی آر پی ڈی کا رُکن ہونے کی وجہ سے پاکستان پر یہ لازم ہے کہ وہ اپنی اس ذمہ داری کو بخوبی نبھائے اور یہ صرف اس حالت میں ہوگا جب حکومت مسائل سے متعلق تمام قوانین وضوابط کی تشکیل اور نفاذ میں خصوصی لوگوں سے مشورہ لیا کرے گی اور ان کی فنی اور تکنیکی تربیت کی فراہی کو یقینی بنانے کیلئے مناسب اقدامات کرے گی۔

حکومت پاکستان کو چاہیے کہ معذوری کے شکار افراد کے حقوق کو یقینی بنانے کیلئے تمام فرسودہ تصورات اور نقصان دہ رجحانات طرزعمل کو ختم کر کے قومی سطح پر ان کے حقوق کے احترام کا شعور اُجاگر کرے اور خصوصی لوگوں کی قابلیت، مہارت اور صلاحیتوں کو سراہے۔ اور ان کے تعاون کو تسلیم کر کے ان کو ان کا درست مقام دے۔ اور سب سے اہم یہ کہ بچوں کیلئے موثر نظام تعلیم کی فراہمی کو ممکن بنائے۔

(بشکریہ دی نیوز)

چار سالہ بچے پر چوری کا مقدمہ

مظفرگڑھ مظفرگڑھ میں کوٹ ادو پولیس نے چار سالہ بچے کے خلاف چوری کا مقدمہ درج کر دیا، جس میں ضمانت حاصل کرنے کے لیے رضوان کے والدین عدالت پہنچ گئے۔ ایف ائی آر میں الزام لگایا گیا کہ چار سالہ بچہ رضوان چوری میں ملوث ہے۔ پولیس نے مقدمے میں موقف اختیار کیا کہ چار سالہ بچے رضوان نے ساتھیوں کے ہمراہ ایک ہی رات میں تین دکانوں کے تالے توڑ کر لاکھوں روپے مالیت کا سامان، جس میں چار گندم کے تھیلوں کے علاوہ دیگر اشیائے خورونوش اور آئل وغیرہ شامل تھے، چوری کرلیا۔ چار سالہ ملزم رضوان والدین کے ہمراہ ضمانت کے لیے عدالت پہنچ گیا۔ کیس کی سماعت کے دوران عدالت نے پولیس کی سرزنش کرتے ہوئے مدعی کو عدالت میں طلب کرلیا۔ اس موقع پر رضوان کے والد کا کہنا تھا کہ میرا بیٹا ابھی ٹھیک سے بول بھی نہیں سکتا جبکہ کوٹ ادو پولیس نے مدعی سے مل کر میرے چار سالہ بچے پر جھوٹا چوری کا مقدمہ درج کرایا دیا۔ خیال رہے کہ یہ پہلی مرتبہ نہیں کہ پنجاب پولیس نے کسی معصوم بچے کو مقدمے میں نامزد کیا اس سے قبل متعدد ایسے واقعات سامنے آچکے ہیں جن میں پولیس کی جانب سے معصوم بچوں کو مقدمات میں نامزد کرنے پر عدالتوں کی جانب سے برہمی کا اظہار کیا گیا۔ اس سے قبل 13 جنوری 2017 کو شیخوپورہ میں پولیس نے 2 سالہ بچے پر فائرنگ کا مقدمہ درج کیا تھا۔ 13 فروری 2015 کو 4 سالہ بچے پر ڈکیتی کا مقدمہ قائم کیا گیا تھا۔ 12 اپریل 2014 کو لاہور کی عدالت نے 9 ماہ کے بچے کے خلاف مقدمہ خارج کیا تھا۔ جبکہ 14 نومبر 2014 کو 6 سالہ بچے پر ریپ کا مقدمہ درج کیا گیا تھا۔

(بشکریہ ڈان)

پاکستان میں صحافیوں کو تشدد، دھمکیوں اور موت کا سامنا

اسلام آباد اسلام آباد میں واقع اپنے دفتر کی پہلی منزل پر ڈیسک ٹاپ کے پیچھے بیٹھے طہٰ صدیقی ایک تنہا شخصیت دکھائی دیتے ہیں۔ وہ ایک صحافی ہیں جن کا کام نیویارک ٹائمز، دی گارڈین اور کئی دیگر بین الاقوامی ادارے شائع کر چکے ہیں لیکن وہ اپنے ہی ملک میں سوشل میڈیا پر طاقتور فوج کے بارے میں تلخ تبصروں کی وجہ سے زیادہ جانے جاتے ہیں اور اس کے اثرات بھی مرتب ہوتے ہیں۔ مئی میں جب وہ اپنے چار سالہ بچے کی دیکھ بھال کر رہے تھے تو انھیں وفاقی تحقیقاتی ادارے (ایف آئی اے) کے انسداد دہشت گردی ونگ کی جانب سے ایک فون کال موصول ہوئی جس میں انھیں فوراً پیش ہونے کا کہا گیا۔ انھوں نے فوراً اپنے چند جاننے والوں سے رابطے کیے جس پر انھیں معلوم ہوا کہ ایف آئی اے ان مصنفین کی فہرست پر کام کر رہا ہے جو فوج پر تنقید کرتے ہیں اور اس میں ان کا نام بھی موجود ہے۔ طہٰ صدیقی نے بتایا 'میں اسی وقت سمجھ گیا تھا کہ یہ دباؤ کہاں سے آ رہا ہے۔؟' انھوں نے مزید بتایا کہ انھیں اکثر ان کے کام کے حوالے سے سکیورٹی ایجنسیوں کی جانب سے فون کالز آیا کرتی تھیں۔ انھوں نے عدالت سے حکم نامہ تو حاصل کر لیا کہ ایف آئی اے انھیں گرفتار نہ کرے لیکن ان کی پیشی کا بلاوا اپنی جگہ قائم رہا۔ ان کا کہنا ہے 'میں بہ مشکل ہی سنجیدہ صحافت کر سکتا ہوں، فوج جس نے اس ملک پر گہرے نقش چھوڑے ہیں کے بارے میں بات کیے بغیر۔' مجھے حکام کی اتنی پریشانی نہیں جتنا کہ مجھے پر خاندان اور دوستوں کی جانب سے خاموش رہنے کا دباؤ ہے۔' طہٰ صدیقی کو جسمانی طور پر تو کوئی نقصان نہیں پہنچا لیکن دیگر افراد ان کی طرح اس معاملے میں خوش قسمت نہیں تھے۔ اکتوبر کے آخر میں اسلام آباد میں جنگ گروپ کے رپورٹر احمد نورانی پر چھ افراد نے بہت بری طرح تشدد کیا۔ پاناما پیپرز کیس کی سماعتوں کے دوران ان کی تحقیقات نے سپریم کورٹ کی جانب سے اس وقت کے وزیر اعظم نواز شریف کو نااہل قرار دیے جانے اور فوج کے کردار کے حوالے سے حیران کن انکشافات کیے تھے۔ فوج پر انگلیاں اٹھنے لگیں جس کے بعد اس نے اسے 'افراتفری پھیلانے کی گھٹیا کوشش' قرار دے کر خود کو اس سے دور کر لیا۔ یہاں تک کہ احمد نورانی کے لیے ہسپتال میں پھول بھی بھیجے گئے۔ رپورٹرز ساں فرنٹیئرز (آر ایس ایف) کی جانب سے بنائی جانے والی ورلڈ پریس فریڈم انڈیکس 2017 کی 180 ممالک کی فہرست میں پاکستان 139 ویں نمبر پر ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ پاکستان کا شمار صحافیوں کے لیے خطرناک ترین ممالک میں ہوتا ہے۔ آر ایس ایف کے پاکستان میں نمائندے اقبال خٹک کا کہنا ہے 'صحافیوں کو دونوں ریاستی اور غیر ریاستی عناصر سے خطرہ ہے۔' اقبال خٹک نے مزید کہا 'رواں سال اب تک کم از کم پانچ صحافی مارے جا چکے ہیں۔ بعض مقامی سیاست کی وجہ سے اور کچھ ذاتی دشمنی کا شکار ہوئے جبکہ بظاہر ایک قتل میں شدت پسندوں کا ہاتھ لگتا ہے۔' پاکستان فیڈرل یونین آف جرنلسٹس کے ایک سینیئر رکن کا کہنا ہے کہ ایسے کوئی آدھے درجن سے زیادہ واقعات پیش آئے ہیں جن میں صحافیوں کو یا تو دھمکیاں دی گئیں یا پھر انھیں قتل کرنے کی بجائے صرف متنبہ کرنے کے لیے جسمانی تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔ انھوں نے مزید کہا 'ایسے واقعات زیادہ تر ملک کی طاقتور خفیہ اسٹیبلشمنٹ سے جوڑے جاتے ہیں یا پھر مسلح شدت پسند گروپوں کے ساتھ جو اسٹیبلشمنٹ کی مہربانی سے شہروں کے مرکز میں موجود ہیں۔' اکتوبر میں صوبہ بلوچستان میں مسلح علیحدگی پسندوں نے میڈیا کو دھمکی دی کہ اگر صحافیوں نے ان کے بقول 'یک طرفہ بیانیہ' رپورٹ جاری کرنا بند نہ کیا تو وہ کارروائی کریں گے۔ اس دھمکی کے بعد صوبے کے کئی پریس کلب بند ہو گئے، بعض اخباروں نے اشاعت روک دی۔ اس صوبے کے صحافی ریکارڈ پر بولنے سے تو کتراتے ہیں لیکن نجی گفتگو کے دوران وہ بتاتے ہیں کہ وہ ایک مشکل صورت حال میں پھنس گئے ہیں۔ کوئٹہ کے ایک سینیئر صحافی کا کہنا ہے 'جب ہم فوج یا مذہبی گروپوں کی جانب سے انسانی حقوق کی خلاف ورزی کے بارے میں رپورٹ کرتے ہیں تو ہمیں دھمکایا جاتا ہے اور ہمارے سرکاری اشتہارات بند کر دیے جاتے ہیں تاکہ مالی تنگی ہو اور جب ہم رپورٹ نہیں کرتے تو علیحدگی پسند ہمیں دھمکیاں دیتے ہیں۔' اور ایسا صرف بلوچستان میں ہی نہیں ہوتا۔ ایک رپورٹر نے بی بی سی کو بتایا کہ افغان بارڈر بند ہونے کی وجہ سے ٹماٹروں کی قیمتوں میں غیر معمولی اضافہ رپورٹ کرنے پر ایک فوجی دفتر ٹیلی فون سے کسی نے کال کر کے ان کی سرزنش کی۔ بعض اوقات ایسا لگتا ہے کہ پولیس اور عدالتیں مذہبی گروپوں کو قانون سے باہر سمجھتی ہیں۔ جون میں ایک واقعہ پیش آیا تھا جس میں اسلام آباد کی ایک بڑی مسجد کے مذہبی محافظوں نے ایک ٹی وی چینل کے عملے کے ارکان پر حملہ کیا تھا۔ دن نیوز کے عملے کے ارکان مسجد انتظامیہ کی جانب سے مبینہ بجلی چوری کی ویڈیو بنانا چاہتے تھے۔ ٹی وی کے عملے میں شامل راشد عظیم نے بتایا 'میں نے اپنا کیمرہ لیا اور ریکارڈنگ شروع کی تو وہاں چند داڑھی والے افراد جو بظاہر مسجد میں ٹھہرے ہوئے تھے مجھے دیکھنے لگے۔' اس کے بعد راشد عظیم مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے چلے گئے۔ راشد نے بتایا 'جب میں وضو کر رہا تھا تو انھوں نے مجھے پکڑ لیا۔'' میں زمین پر گر گیا اور انھوں نے مجھے نصف کھلے دروازے کی جانب گھسیٹنا شروع کر دیا جس کے درمیان سے مجھے سیڑھیاں دکھائی دے رہی تھیں جو تہہ خانے میں جاتی تھیں۔' اسی دوران راشد کے ساتھیوں نے اتنا کیا کہ اپنی گاڑی کو مسجد کے مرکزی دروازے کو بند ہونے سے روکنے کے لیے استعمال کیا، چند لمحوں کے لیے حملہ آوروں کا دھیان ہٹا اور اسی دوران راشد عظیم وہاں سے نکلنے میں کامیاب ہو گئے۔ اسی عملے میں شامل رپورٹر علی عثمان نے بتایا 'راشد کے سر، چہرے اور جسم کے دیگر حصوں پر خراشیں تھیں اور اس کے کپڑے پھٹے ہوئے تھے۔' چند دنوں بعد متاثرہ شخص اور انھیں بچانے والے کو پولیس نے بتایا کہ ان پر مسجد انتظامیہ نے ماہ رمضان میں روزے کے دوران پانی پینے کا الزام لگایا جو کہ پاکستان کے اسلامی قوانین میں جرم ہے۔ جہاں تک حملہ آوروں کا تعلق ہے انھیں عدالت کی جانب سے متاثرہ شخص کی درخواست خارج کرنے کے بعد ضمانت پر رہا کر دیا گیا۔ علی عثمان کہتے ہیں 'کیس کو ختم ہی سمجھیں اور ہم اسے جاری بھی نہیں رکھنا چاہتے۔'

(بشکریہ ڈان)

کرسمس کی تقریب میں ضلعی کور گروپ کی شمولیت

پاکپتن 25 دسمبر کو ایچ اے آر پی چرچ پاکپتن میں مسیحی بھائیوں کی خوشیوں میں شریک ہونے کے لیے ضلعی کور گروپ کے ممبران حکیم لطف اللہ، برکت علی، غلام مصطفیٰ، شاہد چشتی محمد ریاض جوئیہ کشور پروین، رخسانہ بی بی، اظہر سندھیلہ اور غلام نبی ڈھڈی نے کرسمس کی تریب میں شرکت کی۔ حضرت عیسیٰ علیہ اسلام کے یوم ولادت کے دن کیک کاٹا۔ سہوترا چوہدری ایڈووکیٹ سابقہ اقلیتی ممبر ضلعی کونسل کے کور گروپ کی ٹیم کا استقبال کیا اور شکریہ بھی ادا کیا کہ وہ ان کی خوشیوں میں شریک ہونے کے لیے آئے۔ کور گروپ ٹیم کی نمائندگی کرتے ہوئے غلام نبی ڈھڈی نے کہا کہ ہم سہوترا صاحب کے شکر گزار ہیں کہ انہوں نے اپنی خوشیوں میں شریک کرنے کے لیے ہمیں موقع دیا۔ یہ پیار امن اور بھائی چارے کی مثال ہے جیسے ہم آج اکٹھے ہیں ہم ہمیشہ اکٹھے رہیں گے ایک دوسرے کے دکھ درد میں شریک ہوں گے۔ اس پرچم کے سائلے تلے ہم ایک ہیں۔ اگر ہم ایسے اکٹھے رہیں گے تو کوئی بھی ہماری طرف میلی آنکھ سے نہیں دیکھ سکے گا۔

(غلام نبی ڈھڈی)

صحافی طٰحہ صدیقی کے اغوا کی کوشش، چلتی گاڑی سے چھلانگ لگادی

اسلام آباد وفاقی دارالحکومت کی پولیس نے صحافی طٰحہ کو 10 سے 12 مسلح افراد کے کی جانب سے مارنے اور قتل کردینے کی دھمکیوں کے واقعے کی تحقیقات کا آغاز کردیا ہے۔ اسلام آباد سے تعلق رکھنے والے ایک صحافی اسد ہاشم نے سماجی رابطے کی ویب سائٹ ٹوئٹر پر اپنے ایک پیغام میں بتایا کہ طٰحہ صدیقی کو تشدد کا نشانہ بھی بنایا گیا، انہیں جان سے مارنے کی دھمکی دی گئی۔ انہوں نے مزید بتایا کہ نامعلوم مسلح افراد طٰحہ صدیقی کی تمام ضروری اشیا بھی ساتھ لے گئے۔ ذرائع نے بتایا کہ مسلح افراد طٰحہ صدیقی کو اپنی گاڑی میں بٹھا کر اپنے ساتھ لے کر جارہے تھے کہ انہوں نے چلتی گاڑی میں سے باہر چھلانگ لگادی، جس کے باعث اپنے آپ کو اغوا ہونے بچانے میں کامیاب ہوگئے۔ سپرنٹنڈنٹ پولیس (ایس پی) ڈاکٹر مصطفیٰ تنویر نے اس واقعے کی تصدیق کرتے ہوئے کہا کہ طٰحہ صدیقی نے پولیس سے کو واقعے سے متعلق مطلع کردیا ہے۔ بعدازاں طٰحہ صدیقی نے صحافی سرل المیڈا کے ٹوئٹر اکاؤنٹ کا استعمال کرتے ہوئے پہلے ان کا اکاؤنٹ استعمال کرنے کی وضاحت کی اور بعد میں انہوں نے اغوا کرنے کی ناکام کوشش کے واقعے کی روداد سنائی۔ اپنے پیغام میں انہوں نے بتایا کہ آج صبح تقریباً 8 بجے کے قریب وہ ایئرپورٹ کی جانب جارہے تھے تو 10 سے 12 مسلح افراد نے ان کی ٹیکسی کو روک کر اغوا کرنے کی کوشش کی۔ ایس پی تنویر نے بتایا کہ جب مسلح افراد نے طٰحہ صدیقی کو روکا تھا اس وقت صحافی ایک نجی ٹیکسی سروس کی گاڑی میں موجود تھے۔ اپنے پیغام میں طٰحہ صدیقی نے بتایا کہ وہ مسلح افراد کے چنگل سے نکلنے میں کامیاب ہوگئے، اس وقت محفوظ ہیں اور پولیس کے پاس ہیں، تاہم ان کا یہ بھی کہنا تھا کہ وہ اس وقت مدد کے منتظر ہیں۔ خیال رہے کہ گزشتہ برس مئی میں وفاقی تحقیقاتی ادارے (ایف آئی اے) نے طٰحہ صدیقی کو ایک نوٹس جاری کیا تھا جس میں انہیں ادارے کے انسداد دہشت گردی ونگ کے سامنے پیش ہونے کا حکم دیا گیا۔ بعدازاں طٰحہ صدیقی کی جانب سے اسلام آباد ہائی کورٹ میں ایک درخواست جمع کرائی تھی جس میں انہوں نے الزام عائد کیا تھا کہ ایف آئی اے اہلکار انہیں فون کر کے ہراساں کررہے ہیں۔ انہوں نے اپنی درخواست میں الزام عائد کرتے ہوئے کہا تھا کہ نعمان بودلا نامی شخص نے فون کر کے اپنے آپ کو ایف آئی اے کے شعبہ انسدادِ دہشت گردی کا اہلکار ظاہر کیا تھا اور ان پر دباؤ ڈالا تھا کہ وہ 'ایک تفتیش' میں اپنا بیان ریکارڈ کرانے کے لیے ایف آئی اے ہیڈکوارٹرز میں پیش ہوں۔ گزشتہ برس 24 مئی کو اسلام آباد ہائی کورٹ نے ایف آئی اے کو صحافیوں کو ہراساں کرنے سے روکنے کا حکم دے دیا تھا۔ خیال رہے کہ پاکستان میں جبری گمشدگی کے واقعات رونما ہوتے رہتے ہیں اور گزشتہ برس نومبر میں ورلڈ پریس فریڈم انڈیکس نے پاکستان کو صحافیوں کے لیے انتہائی خطرناک ملک قرار دیا تھا۔ (بشکریہ ڈان)

3 خواجہ سراؤں پر تشدد

پشاور پشاور میں خواجہ سراؤں پر تشدد اور انہیں ڈرانے دھمکانے کا سلسلہ جاری ہے، تھانہ گلبہار کی حدود عشرت سینما روڈ پر 3 خواجہ سراؤں کو تشدد کا نشانہ بنایا گیا، جبکہ ملزمان ہوائی فائرنگ کرنے کے بعد فرار ہوگئے، تھانہ گلبہار پولیس سٹیشن میں رپورٹ درج کراتے ہوئے خواجہ سراء عدنان سنی ولد نعمت اللہ سکنہ مردان نے کہا کہ وہ گلبہار نمبر 2، عشرت سینما روڈ نزد سٹار بیکری میں خواجہ سراء آرزو کے ڈیرے پر رہائش پذیر ہے. اس کے ذیشان ساکن شبقدر حال ڈبگری سے تعلقات تھے تاہم اب اس نے اس سے تعلقات ختم کردیئے جس پر ذیشان اس پر خرچ کئے پیسے واپس مانگنے کا مطالبہ کررہا ہے اور کئی مرتبہ جان سے مارنے کی دھمکیاں بھی دے چکا ہے. گزشتہ رات وہ خواجہ سراؤں آرزو، گڑیا اور دیگر ساتھیوں کے ہمراہ تیمور کی گاڑی میں حیات آباد فیز 6 میں پروگرام کرنے کے بعد واپس آرہے تھے جب عشرت سینما روڈ پہنچے تو ذیشان اور اس کے چار نامعلوم ساتھی گاڑی میں آئے اور ان پر شدید تشدد کیا اور ڈرانے کیلئے ہوائی فائرنگ بھی کی جبکہ گاڑی کے شیشے بھی توڑ دیئے، پولیس نے واقعہ کی رپورٹ درج کرکے واقعہ کی مزید تفتیش شروع کردی۔

(روزنامہ آج)

اسلامی نظریاتی کونسل نے ایک ساتھ تین طلاق پر سزا کی حمایت کردی

اسلام آباد اگرچہ پاکستان میں ایک ساتھ تین طلاق دینے کا عمل قانونی ہے اور فقہ حنفیہ کے مطابق جائز تصور کیا جاتا ہے لیکن اسلامی نظریاتی کونسل (سی آئی آئی) نے ایک ساتھ تین طلاق دینے پر سزا کے نفاذ کی حمایت کردی۔ چیئرمین اسلامی نظریاتی کونسل ڈاکٹر قبلہ ایاز کا کہنا تھا کہ کونسل کا خیال ہے کہ یہ ایسی چیز ہے جس کی حوصلہ شکنی ضروری ہے۔ گزشتہ روز میڈیا سے بات چیت کرتے ہوئے ڈاکٹر قبلہ ایاز نے حال ہی میں بھارتی سپریم کورٹ کی جانب سے ایک وقت میں تین طلاق دینے کے خلاف دیئے گئے فیصلے پر اظہار خیال کیا۔ واضح رہے کہ بھارت کی اعلیٰ عدالت نے اپنے ایک فیصلے میں مسلمان مردوں کی جانب سے ایک ہی وقت میں 3 طلاق کے عمل کو غیر آئینی قرار دیا تھا۔ بھارتی سپریم کورٹ نے اپنے فیصلے میں کہا تھا کہ تین طلاق کا عمل مذہب میں لازم نہیں اور اخلاقی طور پر یہ آئین کی خلاف ورزی ہے جبکہ خواتین کا کہنا تھا کہ مسلم پرسنل لاء اپلی کیشن ایکٹ، جو شریعت کے قانون کے تحت اور تین طلاق سے متعلق ہے، کا غلط استعمال کیا جارہا ہے۔ قبلہ ایاز نے کہا کہ یہ ایک تکنیکی مسئلہ ہے اور اس میں محتاط نقطہ نظر کی ضرورت ہے لیکن ہم یہ تجویز کریں گے کہ ان لوگوں کے لیے کچھ سزا ہونی چاہیے جو ایک ساتھ تین طلاق دیتے ہیں اور یہ معاملہ اب حکومت کے ہاتھ میں ہے۔ اسلامی نظریاتی کونسل میں موجود ماہرین نے اس حوالے سے میڈیا کو بتایا کہ شیعہ اور اہلحدیث عقیدے کے ماننے والوں کی نظر میں تین طلاقوں کا اطلاق نہیں ہوتا۔ ڈاکٹر قبلہ ایاز نے مزید کہا کہ اسلامی نظریاتی کونسل کو اپنے کردار کو شریعت کے مطابق قوانین کو تشکیل دینے کے لیے محدود نہیں کرنا چاہیے کیونکہ معاشرے کو درپیش دیگر مسائل کے حل کے لیے طریقوں کی بھی ضرورت ہے۔ انہوں نے تجویز دی کہ اسلامی نظریاتی کونسل کو مسلمانوں سے متعلق شعبوں اور موجودہ اوقات میں کام کرنے کے لیے سرکاری تھنک ٹینک کی طرح کام کرنے کی اجازت دی جائے۔ انہوں نے کہا کہ دیگر ممالک میں رہنے والے مسلمانوں کے لیے ہدایت ڈھونڈنے کی ذمہ داری کی طرح ہمارے ملک میں رہنے والے غیر مسلموں کی ذمہ داری بھی ہماری ہے۔ انہوں نے کہا کہ جس طرح ہم حلال کھانے کا مطالبہ کرتے اور ریاست کو مساجد تعمیر کرنے میں مدد کا کہتے ہیں، اسی طرح اسلامی نظریاتی کونسل مستقبل میں دیگر ممالک میں مسلمانوں کے طرز عمل اور ذمہ داریوں سے متعلق ہدایت واضح کرنے پر تبادلہ خیال کرے گی۔ انہوں نے کہا کہ معاشرہ تبدیل ہورہا ہے اور یہ اسلامی نظریاتی کونسل کی ذمہ داری ہے کہ آنے والے چیلنجز کے لیے شریعت کے مطابق تجاویز جاری کرے۔ ڈاکٹر قبلہ ایاز کا کہنا تھا کہ اس طرح کا ایک چیلنج سی پیک کے منظرنامے میں ہوگا، جب پاکستان میں موجود مختلف شہریوں کی چینی بیویاں ہوں گی اور معاشرے میں لڑکیوں اور خواتین کا کردار بڑھ جائے گا۔ چیئرمین اسلامی نظریاتی کونسل نے امریکی صدر کی جانب سے حالیہ بیان پر ملک میں اندرونی کمزوریوں سے نمٹنے پر زور دیا، انہوں نے کہا کہ پاکستان سب سے زیادہ جس خطرے کا سامنا کررہا وہ فرقہ واریت اور دہشت گردی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ان خطرات کا مقابلہ کرنے کے لیے علماء کا کردار اہم ہے اور ہم انہیں ان معاملات میں شامل کرنے کے لیے کام کریں گے۔

(بشکریہ ڈان)

تین افراد کا قتل

پشاور پاکستان کے صوبے خیبر پختونخوا کے دارالحکومت پشاور میں پولیس کا کہنا ہے کہ ایک نوجوان نے مبینہ طور پر رشتہ دینے سے انکار پر مقامی رقاصہ اور ان کے والد کو چھریوں کے وار کر کے قتل کر دیا ہے جبکہ بعد میں نوجوان نے فائرنگ کر کے اپنی زندگی کا بھی خاتمہ کر دیا۔ پولیس کے مطابق یہ واقعہ پشاور شہر کے گنجان آباد علاقے کا کشال گلدرہ چوک میں یکہ توت پولیس سٹیشن کی حدود میں پیش آیا۔ یکہ توت پولیس سٹشین کے ایک اہلکار گلفام خان نے بی بی سی کو بتایا کہ ارمڑ کے علاقے کے ایک نوجوان علی اکبر آفریدی کی پشاور سے تعلق رکھنے والی ایک مقامی رقاصہ بریشنہ سے دوستی تھی اور وہ ان سے شادی کرنے کا خواہش مند تھا تاہم خاتون کے والد رشتہ دینے سے انکاری تھے۔ انہوں نے کہا کہ نوجوان رقاصہ کے گھر میں داخل ہوا اور اس دوران ان کی والد سے کسی بات پر تکرار ہوئی جس پر نوجوان نے غصے میں آ کر چھریوں کے وار کر کے رقاصہ کے والد کو شدید زخمی کر دیا۔ پولیس کے مطابق لڑائی کے دوران رقاصہ بھی والد کو بچانے کیلیے گئی لیکن اس دوران نوجوان نے اپنی محبوبہ کو بھی معاف نہیں کیا اور ان پر بھی چھریوں کے متعدد وار کیے جس سے وہ شدید زخمی ہو کر زمین پر گر گئیں۔ رقاصہ اور ان کے والد بھی بعد میں ہسپتال میں زخموں کی تاب نہ لا کر دم توڑ گئے۔ پولیس نے پوسٹ مارٹم کے بعد لاشیں ورثاء کے حوالے کر دی ہیں جبکہ اس واقعے کی رپورٹ درج کر کے تفتیش شروع کر دی گئی ہے۔ (بشکریہ بی بی سی اردو)

سڑکیں ٹوٹ پھوٹ کا شکار

ٹوبہ ٹیک سنگھ شہر کی سڑکیں ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہونے اور ان کے کنارے پڑنے والے گہرے گڑھوں کے باعث حادثات معمول بن گئے ہیں اور گاڑیاں الٹنے کے باعث درجنوں افراد لقمہ اجل بن چکے ہیں مناسب دیکھ بھال نہ ہونے کے باعث کھمانوالہ روڈ، شورکوٹ روڈ اکال والا روڈ اور اندرون شہر کی متعدد سڑکیں ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہیں بارش کے دنوں میں ان گہرے گڑھوں میں پانی جمع ہونے سے جہاں شہریوں کو پیدل چلنے میں دشواری کا سامنا کرنا پڑتا ہے وہاں ٹرانسپورٹرز کو بھی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ شہری علاقوں میں گھنٹوں ٹریفک بلاک رہتی ہے شہریوں نے مطالبہ کیا ہے کہ سڑکوں کی مرمت کے لیے فوری اقدامات کیے جائیں جبکہ فرائض میں غفلت کے مرتکب ملازمین کے خلاف سخت کارروائی عمل میں لائی جائے۔

(اعجاز اقبال)

انسانی حقوق کے تحفظ پر زور

بہاولپور 10 دسمبر کو پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کے ضلعی کور گروپ بہاولپور کے زیر اہتمام ایک ریلی نکالی گئی جس میں وکلا، صحافی، ٹیچر، HRCP کے ممبران اور کور گروپ کے کارکنان شامل تھے۔ ریلی کے شرکا کے ہاتھوں میں موجود پلے کارڈز اور بینرز پر ملک میں انسانی حقوق کی خلاف ورزی پر اظہار تشویش کے نعرے اور مطالبات درج تھے۔ ایچ آر سی پی کے ضلعی کو آرڈی نیٹر خواجہ اسداللہ نے کہا کہ آج کا دن ہم سب کے حقوق کا دن ہے۔ آج پوری دنیا انسانی حقوق کا دن منا رہی ہے۔ 10 دسمبر 1948 کو اقوام متحدہ نے انسانی حقوق کا ایک اعلامیہ جاری کیا جس مناسبت سے انسانی حقوق کا عالمی دن منایا جاتا ہے جس کے تیس آرٹیکل ہیں۔ اس اعلامیے پر پاکستان نے بھی اقوام متحدہ کے رکن ممبر کی حیثیت سے دستخط کر کے خود کو اس بات کا پابند بنایا کہ وہ اپنے عوام کو کم سے کم ان حقوق کی فراہمی کے لیے قانون سازی کرے گی آج کے دن حکومتوں کو یہ بھی باور کرایا جاتا ہے کہ آپ کو اقتدار اس لیے نہیں ملا کہ آپ انسانوں پر ظلم کریں۔ آج کے دن پوری دنیا میں انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں پر نہ صرف تنقید ہوتی ہے بلکہ ان کے اسباب پر بات چیت ہوتی ہے اور انسانی حقوق کی بحالی کے لیے تجاویز بھی دی جاتی ہیں۔ ان تمام مسائل کو حل کرنے کی پہلی ذمہ داری ریاست پر عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنے عوام کو تمام بنیادی حقوق برابری کی بنیاد پر دیں اور ہم اپنے مسائل کو اجاگر کرنے کے لیے متحد ہو کر جدوجہد کریں۔ نزہت یاسمین نے کہا کہ ملک کی آدھی آبادی خواتین پر مشتمل ہے جنہیں کئی مسائل کا سامنا ہے لیکن قوانین کے باوجود ان پر عمل درآمد نہیں ہو پاتا جس کی وجہ سے خواتین مسائل سے دوچار ہیں۔ انہوں نے کہا کہ حکمرانوں کو چاہیے کہ خواتین کی بہتری کے لیے قانون سازی کے ساتھ ساتھ ان پر عمل درآمد کو یقینی بنائیں۔ مجید عباسی نے کہا کہ اقوام متحدہ کے قیام کو انہتر سال ہو گئے ہیں لیکن اس ادارے نے اپنے منشور پر عمل نہ کرنے والے ملکوں کے خلاف کوئی ٹھوس حکمت عملی نہیں اپنائی۔ یہی وجہ ہے کہ آج مسلم ملکوں فلسطین، کشمیر اور برما میں ریاستی تشدد جاری ہے۔ اقوام متحدہ کو چاہیے کہ اپنا کردار بھرپور طریقے سے ادا کرے تاکہ دنیا میں امن قائم ہو سکے۔ ریلی کے شرکا میں عبداللہ جاوید، محمد عابد، شاہد فاروق، ڈاکٹر زاہد، ایڈووکیٹ اسحاق جوئیہ، وحید خان، اقبال ونیس اور اکبر عباسی سمیت 30 لوگ شامل تھے۔

(خواجہ اسداللہ)

کالعدم تنظیموں کے 'فلاحی اداروں' کے خلاف بل کا مسودہ تیار

کراچی سندھ پولیس کے محکمہ انسداد دہشت گردی (سی ٹی ڈی) نے کالعدم تنظیموں کی جانب سے فلاحی کاموں کے لیے چندہ جمع کرنے اور اس کے غلط استعمال کو روکنے کے خلاف بل کا مسودہ تیار کر لیا ہے۔ ایڈیشنل انسپکٹر جنرل (اے آئی جی) سی ٹی ڈی ڈاکٹر ثناء اللہ عباسی نے ڈان کو بتایا کہ 'دی چیریٹیبل فنڈز (ریگولیشن آف کلیکشن) ایکٹ، 2018' کا دائرہ کار صرف ان خیراتی اداروں پر ہوگا جن کا تعلق کالعدم تنظیموں سے ہے۔ ڈاکٹر ثناء اللہ نے بتایا کہ کالعدم تنظیمیں خیراتی اداروں کو بطور 'فرنٹ لائن' بنا کر مخیر حضرات اور عوام سے خیرات اور عطیہ وصول کر کے اپنی تخریبی کارروائیوں کے لیے مالی وسائل جمع کرتی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ 'بعض کیسز میں سیکیورٹی اداروں کے علم میں یہ بات آئی ہے کہ کالعدم تنظیمیں خیراتی اداروں کے ذریعے انتہا پسندی اور دہشت گردی کو بھی فروغ دے رہی ہیں'۔ ڈاکٹر ثناء اللہ نے بتایا 'اعلیٰ حکام کو تجویز پیش کی گئی ہے کہ وفاقی اور صوبائی حکومتوں سمیت اقوامِ متحدہ کی جانب سے قرار دی جانے والی کالعدم تنظیموں کو کسی بھی نام سے عطیہ یا خیرات جمع کرنے پر پابندی عائد کی جائے'۔ انہوں نے کہا بل کا مسودہ تجویز پیش کرتا ہے کہ مرتکب ملزمان کے خلاف انسدادِ دہشت گردی ایکٹ (اے ٹی اے)، 1997 کے تحت کارروائی عمل میں لائی جائے۔ ان کا کہنا تھا کہ مساجد، خانقاہوں، درگاہوں اور محکمہ اوقاف کے زیرِ انتظام مزارات پر نصب چندہ جمع کرنے کے باکس پر مذکورہ بل کا اطلاق نہیں ہوگا۔ اے آئی جی سی ٹی ڈی کا کہنا تھا کہ بل کے مسودہ میں تجویز دی گئی ہے کہ متعلقہ حکام سوسائٹی رجسٹریشن ایکٹ سے منظور خیراتی، سماجی ادارے یا سوسائٹی کو چندہ جمع کرنے کی اجازت دے سکتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ پرنٹ، الیکٹرونک اور سوشل میڈیا پر چندہ اور عطیہ جمع کرنے کی اجازت متعلقہ اتھاڑی سے مشروط کر دی جائے'۔ ڈاکٹر ثناء اللہ نے بتایا 'فنڈز کی نقل و حرکت جاننے کے لیے متعلقہ حکام خیراتی ادارے یا ان سے وابستہ لوگوں کے اکاؤنٹس کا کسی بھی وقت آڈٹ کروا سکتے ہیں۔ انہوں نے واضح کیا بل میں تجویز پیش کی گئی ہے کہ خیراتی ادارہ جس بیان کردہ مقصد کے لیے چندہ جمع کر رہا ہے، مذکورہ رقم اسی مقصد کے لیے استعمال کی جائے۔

(بشکریہ ڈان اردو)

مزدور کو کم اجرت دینے والی صنعتوں کے خلاف کارروائی کا فیصلہ

پشاور خیبر پختونخوا حکومت نے ملازمین کو کم سے کم طے شدہ اجرت نہ دینے والے صنعتی اداروں کے خلاف کارروائی کا فیصلہ کرلیا۔اس حوالے سے متعلقہ حکام نے ڈان کو بتایا کہ ان کی جانب سے حکومت کی مقرر کردہ کم سے کم اجرت کو یقینی بنانے کے لیے اقدامات کیے گئے ہیں اور ان کے مثبت نتائج برآمد ہوئے جس کے نتیجے میں صوبے میں کام کرنے والی نصف صنعتیں ملازمین کو بینک اکاؤنٹس کے ذریعے ان کی اجرت دینے پر راضی ہوگئی ہیں۔خیال رہے کہ لیبر ڈپارٹمنٹ میں 76 ہزار ملازمین رجسٹر ہیں۔حکام کا کہنا تھا کہ وہ ان لوگوں کو نہیں چھوڑیں گے جو حکومت کے احکامات کے مطابق بینک اکاؤنٹ ملازمین مقرر کردہ کو کم سے کم اجرت نہیں دیں گے۔انہوں نے کہا کہ حال ہی میں لیبر ڈپارٹمنٹ نے محکمہ قانون سے رائے لی تھی کہ کیا ایسے فیکٹری مالکان کے خلاف کارروائی کی جاسکتی ہے، جو مزدوروں کو کم از کم اجرت دینے کے بجائے منیجرز کو سہولیات فراہم کررہے ہیں۔محکمہ قانون نے جواب دیا تھا کہ کسی بھی آجر کے خلاف بینک شیڈول کے ذریعے کم سے کم اجرت نہ دینے کے خلاف خیبر پختونخوا اجرت ایکٹ 2013 کے سیکشن 3 کے ساتھ سیکشن 2 کی شق (3) کے تحت شکایت درج کرائی جاسکتی ہے جبکہ اس ایکٹ کے مطابق آجر، اجرت کی ادائیگی کا ذمہ دار ہے۔لیبر سیکریٹری خادم حسن خان نے ایک ماہ قبل ڈان کو بتایا تھا کہ ڈپارٹمنٹ کے سیکریٹری کی ہدایت کی روشنی میں مزدوروں کو مناسب اجرت کی ادائیگی کو یقینی بنانے کے لیے ایک مہم کا آغاز کیا گیا تھا۔انہوں نے بتایا کہ محکمے کے فیلڈ اسٹاف نے صوبے بھر میں 630 صنعتی یونٹس کا دورہ کیا تھا، جس میں سے 329 یونٹ ملازمین کو بینک شیڈول کے ذریعے اجرت دینے پر راضی ہوئے تھے۔انہوں نے کہا کہ یہ ہمارے لیے ایک بڑی کامیابی ہے کہ 50 فیصد صنعتی سے زائد صنعتی علاقے اس بات پر راضی ہوئے اور اس سے ہزاروں خاندانوں کو فائدہ ہوگا، جس میں صرف حطار انڈسٹریل اسٹیٹ ہری پور کے تقریباً 30 ہزار ملازمین بھی شامل ہیں۔سیکریٹری نے کہا کہ بقیہ ادارے بھی اس قانون پر عمل کے لیے راضی تھے لیکن انہوں نے اپنے مالکان سے اجازت کے لیے کچھ وقت مانگا تھا۔انہوں نے کہا کہ لیبر ڈپارٹمنٹ نے اس حوالے سے بینکوں سے بھی رابطہ کیا اور مثبت جواب ملا، جس کے مطابق اسٹیٹ بینک کی ہدایت کی روشنی میں آسان اکاؤنٹ کی سہولت دی جائی گی، جو 5 سے 10 روپے میں کھولا جاسکتا ہے جبکہ اکاؤنٹ ہولڈر بغیر کسی رقم کے اے ٹی ایم بھی حاصل کرسکتا ہے۔انہوں نے کہا کہ بینک نے ڈپارٹمنٹ کو بتایا کہ وہ فیکٹریوں کے احاطے میں اے ٹی ایم قائم کرنے کو تیار ہیں تا کہ انتظامیہ اور ملازمین کی مدد ہوسکے۔خیام حسن کا کہنا تھا کہ حکومت کی کم سے کم اجرت کے حوالے سے ہدایت پر عمل نہ کرنے والی فیکٹریوں کے خلاف کارروائی کرنے سے پہلے جنوری تک انتظار کریں گے۔انہوں نے کہا کہ ڈپارٹمنٹ نے ابتدائی طور پر صوبے بھر کے صنعتی اداروں کے ساتھ اس معاملے کو اٹھایا تھا، جن میں سے کچھ ابتدائی طور پر راضی ہوگئے جبکہ دیگر نے سال کی رعایت کے بارے میں پوچھا تھا، جس پر محکمے نے صنعتکاروں کو بتایا کہ وہ اس معاملے میں آرام فراہم کرنے کا مجاز نہیں ہے۔لیبر سیکریٹری کا کہنا تھا کہ خیبر پختونخوا ادائیگی اجرت ایکٹ 2013 بینک کے ذریعے ادائیگی کا طریقہ کار فراہم کرتا ہے، جس پر بہت سی فیکٹریاں عمل نہیں کررہیں، جس کے باعث وہ مقررہ اجرت ادا نہیں کررہیں۔ان کا کہنا تھا کہ جب وہ ایک مرتبہ بینک اکاؤنٹ کے ذریعے ادائیگی کرنا شروع کریں گے تو وہ اپنے مزدوروں کو کم اجرت دینے کی پوزیشن میں نہیں رہیں گے۔

(بشکریہ ڈان)

22 سال سے کراچی جیل میں موجود 3 ملزمان کی غیر قانونی قید کا انکشاف

کراچی کراچی کی سینٹرل جیل میں 22 سال سے موجود 3 افراد کو غیر قانونی قید میں رکھے جانے کا معاملہ سامنے آگیا، جبکہ مبینہ ملزمان کا ریکارڈ بھی جیل انتظامیہ کے پاس موجود نہیں ہے۔سندھ ہائی کورٹ کے جسٹس اقبال کلہوڑو کی عدالت میں سزا مکمل ہونے کے باوجود رہائی نہ ملنے کے خلاف دائر درخواست پر سماعت ہوئی۔درخواست میں کہا گیا تھا کہ ملزم سید آصف علی، محمد فاضل اور خواجہ سلیم الدین کی سزا مکمل ہوچکی ہے، لیکن انہیں رہا نہیں کیا جارہا۔درخواست گزار راشدہ بیگم کا کہنا تھا کہ میرا بیٹا 1995 میں قتل کے مقدمہ میں گرفتار کیا گیا۔انہوں نے کہا کہ سزا پوری ہونے کے باوجود اسے رہائی نہیں دی جارہی۔جس پر سینٹرل جیل پولیس کا کہنا تھا کہ ملزمان کی سزائیں مکمل ہوچکی ہیں، مگر ملزمان کسی اور کیس میں ملوث ہیں۔جسٹس اقبال کلہوڑو نے جیل سپرنٹنڈنٹ سے دوسرے مقدمے کا ریکارڈ پیش کرنے کا حکم جاری کیا، تاہم جیل انتظامیہ نے عدالت کو بتایا کہ ملزمان کے خلاف مقدمات ضرور ہیں، تاہم ان کا ریکارڈ موجود نہیں ہے۔جیل سپرنٹنڈنٹ کو مخاطب کرتے ہوئے جسٹس اقبال کلہوڑو نے کہا کہ آپ لوگوں کے پاس ریکارڈ نہیں اور ملزمان کو 20، 20 سال سے قید میں رکھا ہوا ہے۔جسٹس اقبال کلہوڑو نے ریمارکس دیے کہ بغیر ریکارڈ نہ جانے کتنے قیدی اپنی سزائیں بھگت رہے ہوں گے۔ان کا کہنا تھا کہ یہ کیس سامنے آیا ہے، تو معلوم ہوا ہے کہ جیل میں یہ حال ہے، ایسے نہ جانے کتنے لوگ سزائیں پوری کرکے جیلوں میں سڑ رہے ہوں گے۔جیل حکام پر برہمی کا اظہار کرتے ہوئے جسٹس اقبال کلہوڑو نے کہا کہ آپ کو بھی جیل میں بغیر کیس کے بھیج دیا جائے، تو پھر آپ کو احساس ہوگا۔انہوں نے کہا کہ کتنے ملزمان اپنی سزائیں پوری کرچکے ہوں گے، مگر آپ لوگوں نے ان کو زبانی کلامی اندر رکھا ہوگا۔جیل حکام کو مزید جھڑکتے ہوئے انہوں نے کہا کہ آپ لوگ تھوڑا قیدیوں کا احساس کریں وہ بھی انسان ہیں۔جسٹس اقبال کلہوڑو کا یہ بھی کہنا تھا کہ 20، 20 سال اندر رکھنے کے باوجود زبانی کلامی قیدیوں کو اندر رکھنا جرم ہے۔انہوں نے کہا کہ آپ لوگوں میں احساس مرچکا ہے قیدی اپنی سزا پوری کرچکا، اسے رہا کرنا آپ کے فرائض میں شامل ہے۔انہوں نے جیل حکام کو خبردار کرتے ہوئے کہا کہ اگر مقدمات ہیں تو ریکارڈ پیش کریں ورنہ آپ کے خلاف کارروائی ہوگی۔تاہم بعدازاں عدالت نے سزا مکمل کرنے کے باوجود رہائی نہ ملنے کے خلاف درخواست پر سماعت کو 22 جنوری تک ملتوی کردیا۔خیال رہے کہ گزشتہ سال 30 نومبر 2017 کو سپریم کورٹ نے 5 افراد کے قتل میں سزائے موت پانے والے ملزم سعید اختر کو 10 سال بعد عدم ثبوت پر بری کردیا۔کیس کی سماعت کے دوران عدالت ریمارکس دیئے تھے کہ ملزم کے اقبالی بیان میں سقم ہیں جبکہ استغاثہ کیس کو ثابت کرنے میں ناکام رہا ہے۔عدالت عظمٰی نے مزید کہا تھا کہ واقعے کا عینی شاہد بھی موجود نہیں، جس کے بعد عدالت نے سزائے موت کے ملزم کی سزا ختم کرتے ہوئے اسے بری کرنے کا حکم دے دیا۔اس سے قبل 6 اکتوبر 2016 کو سپریم کورٹ نے ناکافی شواہد کی بنیاد پر 19 سال سے قید سزائے موت کے ملزم مظہر حسین کو بری کرنے کا حکم تو جاری کیا لیکن یہ حکم نامہ قیدی کے گھر والوں کو مزید اذیت میں مبتلا کرگیا۔مظہر حسین کے بیٹے خواجہ شہباز کا کہنا تھا کہ 'انھیں افسوس ہے کہ ان کے والد اپنی بے گناہی ثابت ہونے کے موقع پر اس دنیا میں نہیں، لیکن ساتھ ہی اس بات کی بھی خوشی ہے کہ اس فیصلے کی وجہ سے باقی قیدیوں کے لیے بھی امید کی ایک کرن پیدا ہوگی جو بغیر کسی جرم کے جیلوں میں سزا کاٹ رہے ہیں

(بشکریہ ڈان)

بے روزگار نوجوان معیشت کے لیے بڑا چیلنج

لاہور پنجاب کی صوبائی حکومت نے بالآخر ایک دہائی بعد اقتصادی رپورٹ 2017 جاری کردی، جس میں تیزی سے بڑھتی ہوئی آبادی کے لحاظ سے ملازمتوں کے زیادہ مواقع فراہم کرنے کے ذریعے زائد آمدنی پر زور دیا گیا ہے۔ڈان اخبار کی رپورٹ کے مطابق پنجاب اقتصادی رپورٹ میں پاک چین اقتصادی راہداری کو ملک اور عام طور پر پنجاب کی طویل مدتی ترقی کے لیے ممکنہ تناظر میں پیش کیا گیا جبکہ رپورٹ میں تسلیم کیا گیا کہ آبادی اور جغرافیائی علاقوں کے بعض حصوں، خاص طور پر جنوبی علاقوں کو کم توجہ دی گئی تاہم محروم علاقوں کے لیے ترقیاتی اخراجات میں اضافہ، اس عدم توازن کو کم کرسکتا ہے۔رپورٹ میں کہا گیا کہ ایک بہتر زندگی کے لیے بہتر روزگار کا ہونا ضروری ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ پنجاب کی معیشت کو بڑھتے آبادی کے تناسب کے لحاظ سے کافی تعداد میں ملازمتیں فراہم کرنی ہوں گی۔رپورٹ کے مطابق نجی سیکٹر پنجاب کی تقریباً 90 فیصد خدمات اور سامان کی پیداوار کرتا ہے اور یہ معیشت میں اہم کھلاڑی ہے، اسی طرح پنجاب حکومت اقتصادی ماحول کو بہتر بنانے اور نجی شعبے کی صلاحیتوں میں اضافے کا مقصد رکھتی ہے۔نامور معاشی ماہرین کا خیال ہے کہ صوبائی حکومت کو بڑی فصلوں خاص طور پر کپاس کی پیداوار کو بڑھانے پر توجہ مرکوز کرنے کی ضرورت ہے، ساتھ ہی بے روزگاری پائیدار ترقی کی راہ میں ایک اہم چیلنج اور رکاوٹ ہے۔رپورٹ جاری کرنے کے موقع پر تقریب سے خطاب کرتے ہوئے ڈاکٹر حفیظ پاشا نے کہا کہ میں اب بھی یہی سمجھتا ہوں کہ زراعت پنجاب کی معیشت کی ریڑھ کی ہڈی ہے اور اس کی 70 فیصد صنعت زرعی بنیاد پر ہے جبکہ 50 فیصد ہول سیل اور ریٹیل جبکہ تجارت زرعی اشیاء پر مبنی ہے، اسی طرح 60 فیصد ٹرانسپورٹ کی نقل و حمل بھی زرعی اشیاء سے متعلق ہے لہٰذا مجموعی طور پر پنجاب کی معیشت میں زراعت 45 فیصد براہ راست یا بالواسطہ کردار ادا کرتی ہے۔انہوں نے کہا کہ پنجاب کی حکومت نجی سرمایہ کاری کو دوگنا کرنے کے لیے ترقی کی شرح میں 7 سے 8 فیصد تک پہنچانے کا ارادہ رکھتی ہے، جو 10 لاکھ نوجوانوں کو ملازمتیں دینے اور صوبائی جی ڈی پی کے پلان میں سالانہ صوبائی ترقیاتی منصوبے کو 3.5 فیصد تک بڑھنا چاہتا ہے، جس سے جی ڈی پی کے 3.5 فیصد تک ترقیاتی اخراجات کو دوگنا کرنے میں کامیابی ملی ہے۔انہوں نے کہا کہ خوشی کی بات یہ ہے کہ پنجاب کی معیشت نے پہلے 5 فیصد شرح نمو حاصل کی جو گزشتہ 10 برسوں میں سب سے زیادہ ہے، اس کے بعد 5.5 فیصد شرح نمو کو عبور کیا جو 11 برسوں کی بلند شرح ہے اور اب صوبہ 6 فیصد ترقی کی شرح کے قریب ہے۔تاہم انہوں نے بے روزگاری کو سب سے خطرناک قرار دیتے ہوئے حکومت کو تجویز دی کہ وہ اس حوالے سے اقدامات کرے۔انہوں نے کہا کہ آپ کو یہ سن کر حیرانی ہوگی کہ پنجاب کے 10 لاکھ نوجوان لڑکے بے روزگار ہیں جبکہ 30 لاکھ نوجوان بیکار ہیں جو نہ تو پڑھتے ہیں اور نہ ہی کہیں کام کرتے ہیں۔ان کا کہنا تھا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ 40 لاکھ نوجوان لڑکے بے روزگار ہیں، جس میں 50 فیصد کا تعلق جنوبی پنجاب سے ہے، جو ایک خطرے کی گھنٹی ہے۔ (بشکریہ ڈان)

2017ء میں دہشت گردوں نے 832 پاکستانیوں کی جانیں لیں

اسلام آباد پاکستان انسٹی ٹیوٹ فار کونفلٹ اینڈ اسٹیڈیز (پی آئی سی ایس ایس) نے ملک میں دہشت گردی کے حوالے سے اپنی سالانہ رپورٹ جاری کی ہے جس کے مطابق 2017 میں مجموعی سیکیورٹی کے انتظامات بہتر ہونے کے باوجود ملک کے طول وعرض میں 23 خودکش حملے ریکارڈ ہوئے جبکہ سال 2015 اور 2016 میں 18 اور 17 ریکارڈ حملے کیے گئے تھے۔پی آئی سی ایس ایس کے مطابق دہشت گردی کے مختلف واقعات میں گذشتہ 12 ماہ میں 1 ہزار 387 لوگ اپنی زندگیوں سے محروم ہوئے جن میں 585 شہری اور 247 سیکیورٹی اہلکار شامل ہیں جبکہ 555 دہشت گرد بھی ہلاک ہوئے۔اسی سال دہشت گردی کی وارداتوں میں زخمی ہونے والوں کی مجموعی تعداد 1 ہزار 965 رہی جبکہ زخمیوں میں شہریوں کی تعداد سب سے زیادہ یعنی 1 ہزار 280 رہی۔پی آئی سی ایس ایس نے بتایا کہ دہشت گردوں کے حملوں میں 15 فیصد کمی ریکارڈ کی گئی جبکہ دہشت گردی کا شکار ہوکر جاں بحق ہونے والوں کی شرح 6 فیصد رہی۔پی آئی سی ایس ایس کے مطابق ملک میں سیکیورٹی کی مجموعی صورتحال پر داخلی اور خارجی عناصر کارفرما ہیں جن میں پاکستان کی افغانستان کے دہشت گردوں کے خلاف واضح حکمت عملی اور ساتھ ہی اپوزیشن جماعتوں کی وجہ سے نااہل قرار پانے والے سابق وزیراعظم نواز شریف اور حکمراں جماعت کی جانب سے انسداد دہشت گردی اور نیشنل ایکشن پلان پر ڈھیلی پڑتی گرفت سیکیورٹی ماحول پر اثر انداز ہوئی۔پی آئی سی ایس ایس نے بتایا کہ دہشت گردوں کے تقریباً 420 حملوں میں 584 شہری اور 225 سیکیورٹی فورسز اہلکار جاں بحق ہوئے جبکہ 103 دہشت گرد بھی ہلاک ہوئے۔دوسری جانب سیکیورٹی فورسز کی کارروائیوں اور آپریشنز کے نتیجے میں 452 دہشت گرد ہلاک اور 22 سیکیورٹی اہلکار اپنی زندگی کی بازی ہار گئے، انہی کارروائیوں میں 88 شہری زخمی بھی ہوئے۔رپورٹ میں دعویٰ کیا گیا کہ 2017 میں سیکیورٹی فورسز نے 1 ہزار 760 مشتبہ دہشت گرد گرفتار کیے۔چاروں صوبوں میں دہشت گردی کے سب سے زیادہ واقعات بلوچستان میں پیش آئے جہاں دہشت گردوں نے 12 مہینوں میں کل 183 حملے کیے جن میں 208 شہری اور 84 سیکیورٹی اہلکار جاں بحق ہوئے جبکہ انہی واقعات میں 572 افراد زخمی بھی ہوئے۔فاٹا میں دہشت گردوں نے 102 حملے کیے جن میں 206 شہری اور 65 سیکیورٹی اہلکار جاں بحق ہوئے جبکہ 68 دہشت گرد بھی ہلاک ہوئے۔اسی دوران فاٹا میں سیکیورٹی فورسز نے 58 آپریشنز کیے جن میں 84 دہشت گرد ہلاک ہوئے اور 5 سیکیورٹی اہلکار ڈیوٹی میں جان کی بازی ہار گئے۔سیکیورٹی فورسز نے 79 مشتبہ لوگوں کو حراست میں لیا۔خیبر پختونخوا میں دہشت گردی کے حوالے سے تمام اشاریے منفی رہے اور سیکیورٹی کے غیر معمولی انتظامات رہے۔صوبے میں گذشتہ سال میں دہشت گردی کے حملوں میں 40 فیصد اور اموات میں 47 فیصد کمی ریکارڈ کی گئی۔خیبر پختونخوا میں دہشت گردوں نے کل 75 حملے کیے جن میں 43 شہری اور 34 سیکیورٹی اہلکار جاں بحق اور 15 دہشت گرد ہلاک ہوئے۔واضح رہے کہ 2016 میں خیبر پختونخوا میں صرف 5 خودکش حملے ہوئے تھے، دوسری جانب سال 2017 میں سیکیورٹی فورسز نے دہشت گردوں کے خلاف تقریباً 103 آپریشنز میں 543 مشتبہ دہشت گرد گرفتار کیے اور کارروائی کے دوران 41 ہلاک ہوئے۔سندھ کے پس منظر میں سال 2017 میں دہشت گردی کے حملوں میں 40 فیصد کمی رہی لیکن اموات کی شرح میں 84 فیصد اضافہ ہوا۔دہشت گردوں نے صوبے بھر میں کل 40 حملے کئے جن میں 92 شہری اور 17 سیکیورٹی اہلکار جاں بحق ہوئے، انہی حملوں میں تقریباً 303 لوگ زخمی ہوئے۔سیکیورٹی فورسز کی جانب سے دہشت گردوں کے خلاف آپریشن کی تعداد 98 رہی جن میں 110 دہشت گرد ہلاک اور 153 کو حراست میں لیا گیا۔حکمراں جماعت کے صوبے پنجاب میں سال 2017 میں دہشت گردوں کے حملوں میں 7 فیصد اضافہ رہا لیکن دہشت گردی کا نشانہ بننے والے شہری کی شرح اموات میں 37 کمی دیکھنے میں آئی۔گزشتہ برس دہشت گردوں نے کل 15 حملے کیے جن میں 34 شہری اور 24 سیکیورٹی اہلکار جاں بحق جبکہ 208 شہری زخمی ہوئے۔آزاد کشمیر کے حوالے سے رپورٹ میں کہا گیا کہ آزاد جموں اور کشمیر میں دہشت گردوں کے دو حملے ہوئے جن میں ایک شہری جاں بحق اور 5 زخمی ہوئے۔اسلام آباد میں دہشت گردوں کی معمولی نوعیت کی کارروائی میں ایک شخص اپنی جان کی بازی ہار گیا جبکہ گلگت بلتستان کے خطے میں کوئی شر پسندانہ واقعہ پیش نہیں آیا۔ (بشکریہ ڈان)

عورتیں

بہن کی جان لے لی

ٹوبہ ٹیک سنگھ تھانہ رجانہ کے نواحی گاوں میں بھائی نے بہن کو فائرنگ کر کے قتل کر دیا ملزم کو پسند کی شادی کا رنج تھا۔ملزم موقع سے فرار ہوگیا۔ایس ایچ او تھانہ رجانہ مصروف کاروائی ڈی پی او عثمان اکرم گوندل نے وقوعہ کا نوٹس لیتے ہوئے ملزم کی فوری گرفتاری کا حکم دیا ہے۔

(اعجاز اقبال)

شوہر کے ہاتھوں مبینہ طور پر بیوی کا قتل

عمرکوٹ سندھ کے علاقے عمرکوٹ میں دو بچوں کی ماں کو مبینہ طور پر ان کے شوہر نے شک کی بنیاد پر قتل کردیا۔عمرکوٹ پولیس اسٹیشن کی حدود میں واقع گاؤں وبھرو میں 30 سالہ خاتون کو ان کے شوہر نے لاٹھی کے وار سے قتل کیا۔پولیس کا کہنا تھا کہ خاتون پر ان کے شوہر نے شک کی بنیاد پر حملہ کیا اور لاٹھی کے مسلسل وار سے مار دیا۔سول ہسپتال عمرکوٹ میں پوسٹ مارٹم کے بعد مقتولہ کی لاش کو ورثا کے حوالے کردیا گیا۔واقعے کے بعد پولیس نے چھاپہ مار کر مقتولہ کے شوہر مبینہ ملزم کو گرفتار کر کے فرسٹ انفارمیشن رپورٹ (ایف آئی آر) درج کردی ہے۔ایف آئی آر مقتولہ کے بھائی کی مدعیت میں ان کے شوہر اور دیگر دو افراد کے خلاف تعزیرات پاکستان کی متعلقہ شق کے تحت درج کی گئی ہے۔یاد رہے کہ مئی 2017 میں بھی عمرکوٹ میں ہی ایک شخص نے اپنی اہلیہ، جو دو بچوں کی والدہ تھیں، کو مبینہ طور پر غیرت کے نام پر قتل کردیا تھا۔بعدازاں 4 جون 2017 کو ٹنڈو الہیار میں باپ نے غیرت کے نام پر اپنی 18 سالہ بیٹی کو قتل کردیا تھا اور 25 جون 2017 کو ٹنڈو الہیار میں ہی مبینہ طور پر غیرت کے نام پر خاتون سمیت دو افراد کو ذدکوب کر کے قتل کردیا گیا تھا۔خیال رہے کہ پاکستان میں ہر سال عزت اور غیرت کے نام پر ایک ہزار سے زائد خواتین کو نشانہ بنایا جاتا ہے اور ایسا اکثر خاندان کے افراد کی جانب سے ہوتا ہے۔عورت فاؤنڈیشن کی جانب سے جاری ہونے والی سالانہ رپورٹ میں اس بات کا انکشاف کیا گیا کہ 2016 میں خواتین کے خلاف تشدد کے تقریباً 7852 کیسز ریکارڈ کیے گئے تھے۔

(بشکریہ ڈان)

بیٹی کے قاتلوں کو گرفتار کیا جائے

پشاور ضلع دیر سے تعلق رکھنے والے احسان اللہ نے چیف جسٹس پشاور ہائی کورٹ، گورنر خیبر پختونخوا اور دیگر اعلیٰ حکام سے اپیل کی ہے کہ ان کی 21 سالہ بیٹی کو بیدردی سے قتل کرنے والے ملزموں کو گرفتار کر کے قرار واقعی سزا دی جائے، اور واقعے کے جوڈیشل انکوائری کی جائے۔پشاور پریس کلب میں ضیاء اللہ، احمد نور اور دیگر کے ہمراہ پریس کانفرنس کرتے ہوئے مقتولہ مسماۃ (ص) کے والد احسان اللہ نے کہا کہ 3 سال قبل اس کی بیٹی کی شادی اکبر پورہ کے علاقے گذائی میں ہوئی تھی، لیکن ان کے شوہر نے گھریلو ناچاقی کی وجہ سے 3 دسمبر کو اس کی بیٹی کو اپنے ہی گھر میں بے دردی سے قتل کیا اور کہا کہ آپ کی بیٹی نے خودکشی کر لی ہے، انہوں نے کہا کہ پوسٹ مارٹم رپورٹ آنے کے بعد معلوم ہوا کہ اس کو قتل کیا گیا تھا۔

(روزنامہ مشرق)

جرگے کے فیصلے سے متاثرہ 16 سالہ لڑکی عدالت پہنچ گئی

سکھر فرسٹ ایڈیشنل جج (حدود) کے حکم نامے پر سکھر خواتین پولیس نے 16 سالہ لڑکی فرحانہ رجب کا بیان ریکارڈ کر کے متاثرہ لڑکی کو والدین کے حوالے کردیا۔فرحانہ نے عدالت کو بتایا کہ 'ایک سال قبل مقامی جرگے نے اس کے والد پر 10 لاکھ روپے کا جرمانہ عائد کیا تھا اور عدم ادائیگی پر میری شادی 50 سالہ عمر رسیدہ شخص سے کرادی گئی تھی'۔فرحانہ رجب نے عدالت سے استدعا کی کہ اسے اس کے شوہر سے طلاق دلائی جائے کیونکہ شوہر اس کے کردار پر شک کر کے بری طرح تشدد کرتا ہے.متاثرہ لڑکی نے جرگہ کے حوالے سے بتایا کہ مقامی بزرگوں پر مشتمل جرگہ نے اس کے چچا پر مرضی کی شادی کرنے کی خواہش پر کاروکاری کی سزا سنائی۔فرحانہ رجب کا کہنا تھا کہ 'مقامی جرگے نے اس کے چاچا قادر بخش شیخ پر 40 لاکھ روپے اور والد خمیر شیخ پر 10 لاکھ روپے جرمانہ عائد کیا تھا۔فرحانہ نے موقف اختیار کیا کہ 'جرمانے کی رقوم کی عدم ادائیگی پر اس کے والد نے متاثرہ خاندان کے سربراہ سے اس کی شادی کرادی'۔لڑکی نے بتایا کہ اس کے شوہر نے اس کے کردار پر شک کرتے ہوئے بہت تشدد کیا تاہم وہ مزید مار برداشت نہیں کرسکتی اس لیے طلاق چاہتی ہے۔متاثرہ لڑکی نے موقف اختیار کیا کہ 'وہ اپنے شوہر سے طلاق لینے کے لیے خواتین پولیس اسٹیشن پہنچی تھی تاکہ عدالت کی مدد سے اپنے اہلخانہ کو جرگے کے ممکنہ تشدد سے بھی بچاسکے۔

(بشکریہ ڈان اردو)

مرد اور خاتون کا 'غیرت کے نام' پر قتل

کشمیر آزاد جموں وکشمیر میں گھروں سے مبینہ طور پر بھاگنے والے ایک شخص اور خاتون کو تین نامعلوم مسلح افراد نے فائرنگ کر کے مبینہ طور غیرت کے نام پر قتل کردیا۔کراچی سے تعلق رکھنے والے 46 سالہ سرفراز خان اور نامعلوم خاتون چند روز قبل سرفراز کے سابق آجر چوہدری مقصود کے گھر پہنچے تھے۔سرفراز نے چوہدری مقصود سے خاتون کا تعارف اپنی اہلیہ کے طور پر کرایا، جن کے گھر وہ کبھی کبھار قیام کرتا تھا۔جمعہ کی سہ پہر سرفراز اور خاتون چوہدری مقصود کے گھر کے احاطے میں گھوم رہے تھے کہ اس دوران موٹر سائیکل پر سوار تین افراد ان کی طرف بڑھے جنہیں دیکھ کر دونوں دوبارہ اپنے کمرے میں چلے گئے اور اسے اندر سے بند کردیا۔یہ صورتحال دیکھ کر چوہدری مقصود کے اہلخانہ پریشان ہوئے جنہیں مبینہ حملہ آوروں نے بتایا کہ انہیں کوئی تکلیف نہیں پہنچائی جائے گی۔تینوں افراد جلد سرفراز اور خاتون کا کمرہ کھولنے میں کامیاب ہوگئے جس کے بعد انہوں نے دونوں پر گولیاں برسا دیں جس سے دونوں موقع پر ہی ہلاک ہوگئے۔ایڈیشنل سپرنٹنڈنٹ پولیس (اے ایس پی) محمد آصف درانی کا کہنا تھا کہ سرفراز اور خاتون کو 14 گولیاں ماری گئیں۔پولیس کو سرفراز کے پاس سے ایک موبائل فون ملا جس میں نزاکت کے نام سے صرف ایک نمبر موجود تھا، جو سرفراز کا ایک اور سابق آجر تھا جس کے گھر کی تعمیر میں سرفراز نے مدد کی تھی اور وہ وہاں بھی وقتاً فوقتاً قیام کرتا تھا۔رابطہ کرنے پر نزاکت نے بتایا کہ سرفراز کی پہلی بیوی ہونے کا دعویٰ کرنے والی ایک خاتون ان سے ملنے آئی تھی اور سرفراز کا پتہ پوچھ رہی تھی۔آصف درانی نے نزاکت کے حوالے سے کہا کہ وہ جمعہ کی صبح ہی خاتون سے ملے تھے جس نے نزاکت کو بتایا کہ سرفراز ان کا سابق شوہر تھا، سرفراز نے خاتون کو طلاق دے دی تھی اور ایک دوسری خاتون کو اغوا کیا تھا۔پولیس نے کہا کہ سرفراز کی سابقہ بیوی کے ہمراہ اس کا بھائی بھی آیا تھا۔پولیس کا کہنا تھا کہ ملزمان کی گرفتاری کے لیے ہر ممکن کوشش کی جارہی ہے۔

(بشکریہ ڈان)

ڈی آئی خان لڑکی تشدد کیس، پولیس مرکزی ملزم کو تحفظ دے رہی ہے، سینیٹ کمیٹی

اسلام آباد خیبر پختونخوا کے شہر ڈیرہ اسماعیل خان میں لڑکی پر تشدد اور محصور کرنے کے بعد انھیں برہنہ کر کے گھمانے کے واقعے پر سینیٹ کی قائمہ کمیٹی برائے انسانی حقوق نے نوٹس لیتے ہوئے کہا ہے مرکزی ملزم کو پولیس تحفظ فراہم کر رہی ہے۔ سینیٹ کی قائمہ کمیٹی برائے انسانی حقوق کا اجلاس متحدہ قومی موومنٹ (ایم کیو ایم) کی سینیٹر نسرین جلیل کی صدارت میں ہوا جہاں اکتوبر 2017 میں ڈی آئی خان میں بااثر افراد کی جانب سے لڑکی پر تشدد کے بعد برہنہ کر کے گھمانے کا معاملہ زیر بحث آیا۔ متاثرہ لڑکی سینیٹ کمیٹی کے سامنے پیش ہوئیں اور واقعے کی تفصیلات سے آگاہ کیا۔ متاثرہ لڑکی کا کہنا تھا کہ مجھے برہنہ کر کے میری توہین کی گئی جبکہ برہنہ کر کے وڈیو بھی بنائی گئی۔ ان کے ایک رشتہ دار کا کہنا تھا کہ پولیس کی جانب سے ہمارے کیس کو خراب کرنے کی کوشش کی گئی، پولیس نے ہماری ایک بات نہیں سنی لیکن ملزموں کے کہنے پر کیس درج کرلیا گیا۔ انھوں نے کہا کہ متاثرہ لڑکی کے کپڑے قینچی سے پھاڑے گئے اور انھیں بالوں سے کھینچ کر گلی میں گھمانے پر مجبور کیا گیا۔ ان کا مزید کہنا تھا کہ ڈیرا اسمٰعیل خان کی اسی یونین کونسل میں چار واقعات پہلے بھی پیش آچکے ہیں لیکن ان تمام واقعات پر پردہ ڈالا گیا۔ اس موقع پر سینیٹ کمیٹی نے واقعے کے مرکزی ملزم سجاول کو تا حال گرفتار نہ کیے جانے پر برہمی کا اظہار کیا۔ سینیٹر سحر کامران کا کہنا تھا کہ یہ واقعہ انسانیت کی تذلیل ہے، انسانیت کی اس سے زیادہ کیا تذلیل ہوسکتی ہے۔ عدالت کو اس کا فیصلہ مختصر عرصے میں سنانے کی سفارش کرتے ہوئے انھوں نے کہا کہ عدالت کو روزانہ کی بنیاد پر کیس کی سماعت کرنی چاہیے اور مقررہ وقت کے اندر اس مقدمے کا فیصلہ سنانا چاہیے۔ پولیس کی جانب سے کہا گیا کہ واقعے کے ساتوں ملزمان کے بیان قلمبند کرلیے گئے ہیں اور ان سے اسلحہ بھی برآمد کرلیا گیا ہے۔ پیپلز پارٹی کے سینیٹر فرحت اللہ بابر کا کہنا تھا کہ مشال ملک کیس اور اس واقعے کا مرکزی ملزم تا حال لاپتہ ہے۔ پولیس کے کردار پر تحفظات کا اظہار کرتے ہوئے انھوں نے کہا کہ ایس ایچ او کی مرکزی ملزم کے ساتھ ٹیلی فون پر بات ہورہی ہے تو پھر انھیں تحفظ کون فراہم کر رہا ہے، پولیس ہی مرکزی ملزم کو تحفظ فراہم کر رہی ہے۔ واضح رہے کہ ڈیرہ اسماعیل خان کے علاقے دربان میں 27 اکتوبر 2017 کو ایک لڑکی پر تشدد کا واقعہ پیش آیا تھا جبکہ بااثر افراد نے لڑکی کو پورے علاقے میں برہنہ گھمایا بھی تھا۔ متاثرہ لڑکی کے اہل خانہ نے مقامی پولیس اسٹیشن میں واقعے کا مقدمہ درج کرایا تھا، جس میں تمام ملزمان کی نشاندہی بھی کی گئی تھی۔ تشدد کا شکار لڑکی کے بھائیوں نے مقامی پولیس پر کارروائی میں غفلت برتنے کے الزامات عائد کرتے ہوئے آئی جی خیبر پختونخوا سے انصاف کی اپیل کی تھی اور مطالبہ کیا تھا کہ ایس ایچ او کے خلاف سخت کارروائی کی جائے۔ (بشکریہ ڈان)

2016ء میں خواتین پر تشدد کے 2500 معاملات ریکارڈ ہوئے

حیدر آباد ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان کی مانیٹرنگ رپورٹ 2016ء کے مطابق ملک بھر میں خواتین کے خلاف تشدد کے 2500 کیس ریکارڈ ہوئے۔ تفصیلات کے مطابق پاکستان سمیت ملک بھر میں خواتین پر تشدد کے خاتمے کا عالمی دن 25 نومبر کو منایا جاتا ہے اور اس دن عورتوں پر تشدد کے خاتمے کے حوالے سے روزنہ سرگرمیاں منعقد ہوتی جاری رہتی ہیں۔ سرکاری و غیر سرکاری سطح پر مختلف تقریبات، سیمنارز اور ورکشاپس کا انعقاد کیا جاتا ہے۔ بالخصوص خواتین کے حقوق کے لیے سرگرم تنظیمیں مذکورہ ایام میں خواتین کے حقوق کے فروغ اور ان کے سماجی تحفظ کو یقینی بنانے کے حوالے سے سرگرم رہتی ہیں اور حکومتی اراکین سے حقوق نسواں کے فروغ کے لیے طریقہ کار کی تشکیل کے حوالے سے مسلسل رابطے میں رہتی ہیں۔ بدقسمتی سے اس سال سندھ اور ملک بھر میں ان ایام کے دوران کشیدہ حالات کے باعث خواتین پر تشدد کے خاتمے کا عالمی دن منایا نہیں جاسکا۔ معاشرے کا نصف سے زائد حصہ قوموں کو پروان چڑھانے والی صنف نازک ’عورت‘ جو اپنے ہر روپ میں احترام کے قابل ہے، واضح رہے کہ 17 دسمبر 1999ء کو اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے خواتین کے خلاف تشدد کا عالمی دن ہر سال 25 نومبر کو منانے کا فیصلہ کیا تھا اور سندھ اسمبلی میں خواتین پر گھریلو تشدد کی روک تھام کے حوالے سے بل 2013ء میں متعارف کرایا گیا چونکہ تشدد عورت کی ترقی کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے وہ اپنی صلاحیتوں کو بھرپور طریقے سے استعمال نہیں کرپاتی جس سے ان کے بنیادی انسانی حقوق پامال ہوتے ہیں۔ ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان کی مانیٹرنگ رپورٹ 2016ء کے مطابق ملک بھر میں خواتین کے خلاف تشدد کے 2500 کیس ریکارڈ ہوئے جس میں جنسی تشدد کے 1003، گھریلو تشدد کے 386 کیس ریکارڈ ہوئے۔ 988 خواتین کو تیزاب گردی کا نشانہ بنانے اور آگ میں جھلسانے کے واقعات پیش آئے۔ 138 خواتین نے خودکشی کی، 938 خواتین کو اغواء کیا گیا اور 1001 خواتین نے خودکشی کرنے کی کوشش کی۔ سندھ میں گزشتہ سال جنسی زیادتی کے 34 کیس ریکارڈ ہوئے، ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان کی رپوٹ کے مطابق 2016 کے مطابق سندھ میں روزانہ ایک خاتون غیرت کے نام پر قتل ہوتی ہے اور یہ شرح 2014ء میں بڑھ کر 46.8 فیصد ہوچکی ہے، 2016 میں ملک بھر سینکڑوں خواتین اور بچیاں اپنے رشتے داروں کے ہاتھوں غیرت کے نام پر قتل ہوچکی ہیں۔ واضح رہے کہ مذکورہ اعداد و شمار کے تناظر میں صوبائی محکمہ ترقی نسواں خواتین کا صوبائی کمیشن برائے حقوق نسواں تشکیل دے چکا ہے۔ اس کے علاوہ گھریلو تشدد کے خاتمے کے قانون کا نفاذ اور کم عمری کی شادیوں کی ممانعت کے حوالے سے ضلعی سطح پر کمیٹیاں بھی تشکیل دی جاچکی ہیں۔ سندھ میں خواتین پر تشدد کے حوالے سے تحقیق کی گئی ہے ان تحقیقی نکات کی روشنی میں سندھ حکومت بھرپور تعاون کر رہی ہے۔ اور سندھ میں خواتین کے تشدد کے خاتمے کے حوالے سے پرعزم ہے۔ صوبائی محکمہ ترقی نسواں کے تحت قائم خواتین کے 10 شکایتی مراکز میں رواں سال جنوری تا ستمبر میں 1028 شکایت کا اندراج ہوچکا ہے جس پر کارروائی جاری ہے۔ (لالہ عبدالحلیم)

شوہر نے اہلیہ کی ناک کاٹ دی

ڈیرہ غازی خان صوبہ پنجاب کے ضلع ڈیرہ غازی خان میں خاوند نے مبینہ طور پر گھریلو تنازعے پر اپنی اہلیہ کی ناک کاٹ دی جبکہ واقعے کے بعد ملزم موقع سے فرار ہوگیا۔ پولیس کے مطابق ملزم راشد حسین اور اس کی اہلیہ ثمینہ بی بی کے درمیان گھریلو نوعیت کے معاملات پر تنازع تھا جس کے بعد اس کی اہلیہ ناراض ہوکر میکے چلی گئی تھی۔ خاتون کے اہل خانہ نے ریسکیو ٹیم کی مدد سے متاثرہ خاتون کو فوری طور پر ہسپتال منتقل کیا، جہاں ڈاکٹروں نے متاثرہ خاتون کو طبی امداد فراہم کی۔ خیال رہے کہ خواتین پر تشدد کے حوالے سے انسانی حقوق سے متعلق کام کرنے والی تنظیموں کے مطابق پاکستان میں اکثریت کے نزدیک مختلف حالات میں عورتوں خصوصاً بیویوں پر تشدد جائز ہے۔ نیشنل ہیلتھ سائنسز اینڈ ریسرچ سیمپوزیم میں پینل مذاکرے میں ڈاکٹر تزئین سعید علی نے انکشاف کیا تھا کہ پاکستان میں ہر دوسری عورت گھریلو تشدد کا شکار ہے، جس میں جسمانی، ذہنی اور نفسیاتی تشدد شامل ہے، جس کا شکار ہوکر اکثر خواتین مختلف اقسام کے امراض سے دوچار ہوتی ہیں۔ اِن امراض میں نفسیاتی، بے خوابی، جلد، تولیدی، میدے اور آنتوں کے امراض اور ڈپریشن سرِ فہرست ہے۔ ڈاکٹر علی کے مطابق 21 سے 50 فیصد تشدد کا شکار ہونے والی عورتیں وہ ہیں جو شادی شدہ ہیں، جو یا تو اپنے شوہر کے ہاتھوں یا پھر سسرال والوں کے ہاتھوں تشدد کا شکار ہوتی ہیں۔ (بشکریہ ڈان)

بچے

6 فیصد بچے غذائی قلت کا شکار

اسلام آباد دی گلوبل نیوٹریشن رپورٹ 2017 میں انکشاف کیا گیا ہے کہ پاکستان میں 6 فیصد بچے کا ناصرف غذائی قلت بلکہ مضرصحت کھانا (جنک فوڈ) سے موٹاپے کا شکار ہیں۔ رپورٹ کے مطابق شہری علاقوں میں متاثرہ بچوں کی بڑی تعداد نوٹ کی گئی۔ پلاننگ کمیشن آف پاکستان اور اقوام متحدہ کے ذیلی ادارے عالمی فوڈ پروگرام کے تعاون سے جاری رپورٹ میں بتایا گیا کہ پاکستان قوت بخش غذا پر جی ڈی پی کا صرف 3.7 فیصد خرچ کرتا ہے جو ایشیائی ممالک کے مقابلے میں سب سے کم ہے۔ رپورٹ میں پاکستان دیگر ممالک سے تقابلی جائزے میں بتایا گیا کہ نیپال اور بنگلہ دیش اپنے جی ڈی پی کا بالترتیب 13 اور 8 فیصد حصہ قوت بخش غذا پر خرچ کرتے ہیں۔ پلاننگ ڈیژون میں محکمہ غذا کے چیف اسلم شاہین نے رپورٹ کے نکات پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ دنیا میں تین بڑے طبی مسائل سر اٹھائے کھڑے ہیں جن میں بچوں کی نشونما میں کمی، تولیدی عمر میں خون کی کمی اور بالغ خواتین میں عمر اور قد کے تناسب سے زائد وزن قابل ذکر ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ عالمی سطح پر غذائیت سے متعلق طے شدہ اہداف پر کسی ملک نے تولیدی عمر میں خون کی کمی کے مسئلے پر سنجیدگی سے کام نہیں کیا۔ رپورٹ کے مطابق 'پیدائش سے لیکر پانچ ماہ کے بچے کو ماں کے دودھ پلانے کے اشاریوں میں معمولی اضافہ دیکھنے میں آیا ہے'۔ پاکستان کے حوالے سے بتایا گیا کہ '1992 سے لیکر 2012 کے دورانیے میں بچوں کی نشونما کی کمی کا تناسب 43 سے بڑھ کر 45 ہوگیا ہے جبکہ بچوں کو ماں کا دودھ پلانے کے رجحان میں دگنا اضافہ ہوا ہے'۔ شاہین نے بتایا کہ پاکستان میں موٹاپے کی شرح میں تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے، رپورٹ کے مطابق 31 فیصد خواتین اور 25 مرد موٹاپے کے امراض میں مبتلا ہیں جبکہ ملک کے 70 فیصد آبادی متوازن غذا کے اخراجات برداشت نہیں کر سکتے۔ ڈاکٹر ارشاد دانش نے بتایا کہ پاکستان میں 40 فیصد خوراک ضائع ہو جاتی ہے جس کو محفوظ بنانے کے لیے کوئی حکمت عملی تیار نہیں کی جاری۔ ڈپٹی اسپیکر سندھ اسمبلی شہلا رضا نے کہا کہ ان کے اپنے صوبے میں تھر کے عوام سب سے زیادہ غذائی قلت کا شکار ہیں۔ انہوں نے کہا کہ سندھ میں بچہ شادی پر پابندی اور بچوں کی پیدائش میں وقفے کے حوالے مزید قانون سازی کی ضرورت ہے۔ تقریب سے خطاب کرتے ہوئے اسپیکر بلوچستان اسمبلی مس راحیلہ حمید درانی نے کہا کہ بلوچستان میں روزگار کے مواقع بہت کم ہیں جبکہ صوبے کی آبادی کا بڑا حصہ بھی غذائی قلیت کا شکار ہے۔ انہوں وفاقی حکومت پر زور دیا کہ صوبہ بلوچستان کے لیے مالی وسائل میں اضافہ کیا جائے۔ یہ خبر 19 دسمبر 2017 کو ڈان اخبار میں شائع ہوئی۔

(بشکریہ ڈان)

کے پی کے ہسپتال کی انتظارگاہ میں سردی کے باعث نومولود جاں بحق

پشاور خیبر پختونخوا کے علاقے مردان میں مردان میڈیکل کمپلیکس (ایم ایم سی) کے شعبہ گائنا کالوجی کے ذمہ داروں کی جانب سے داخلے سے انکار کے بعد خاتون نے انتظار گاہ میں ہی بچی کو جنم دیا جو سردی کے باعث پیدا ہوتے ہی دم توڑ گئیں۔ ڈان نیوز کی رپورٹ کے مطابق ابراہیم خان کلے کے رہائشی صابر الرحمن اپنی حاملہ بیوی کو ہسپتال لایا تھا جہاں ایمرجنسی میں ابتدائی طور پر معائنے کے بعد گائنا کالوجی منتقل کردیا گیا لیکن ڈاکٹروں نے شعبے میں خاتون کو داخل کرنے سے یہ کہتے ہوئے انکار کیا کہ بچے کی پیدائش میں ابھی وقت ہے۔ اہل خانہ کا کہنا تھا کہ مریضہ کی گھر واپسی کے دوران دوبارہ طبیعت خراب ہوئی تو ہسپتال واپس چلے گئے لیکن ڈاکٹروں نے ان کے دوبارہ معائنے کی استدعا پر کوئی توجہ نہ دی۔ ہسپتال کے شعبہ گائنا کالوجی کے انتظار گاہ میں موجود خاتون کئی گھنٹوں تک شدید درد کے باعث کراہتی رہیں اور وہیں پر بچی کو جنم دیا لیکن نومولود بچی شدید سردی کے باعث زیادہ دیر زندہ نہ رہ سکیں۔ بچی کے ورثا نے ڈاکٹروں کے خلاف احتجاجی مظاہرہ کیا اور بچی کی لاش کو وہاں سے اٹھانے سے انکار کرتے ہوئے گائنی وارڈ کے عملے کے خلاف کارروائی کا مطالبہ کیا۔ اسسٹنٹ کمشنر (اے سی) مردان بابر تنولی بھی ہسپتال پہنچے اور متاثرہ خاندان سے ملاقات کی جس کے فوری بعد ہسپتال انتظامیہ بھی حرکت میں آگئی اور نوٹس لیتے ہوئے غفلت کے مرتکب عملے کے کئی ارکان کو معطل کردیا۔ ڈان نیوز سے بات کرتے ہوئے ایم ایم سی کے ڈائریکٹر ڈاکٹر مختار نے کہا کہ پانچ ڈاکٹرز اور تین نرسوں کو واقعے کے بعد معطل کردیا گیا ہے معاملے کی تفتیش کے لیے ایک کمیٹی تشکیل دی گئی ہے۔ ڈاکٹر مختار کا کہنا تھا کہ کمیٹی تین روز کے اندر اپنی رپورٹ جمع کرائے گی جس کے بعد ذمہ داروں کے خلاف مناسب کارروائی ہوگی۔

(بشکریہ ڈان)

بچے کو زیادتی کا نشانہ بنایا گیا

ٹوبہ ٹیک سنگھ نواحی علاقہ تھانہ چٹیانہ کی حدود میں 348 گ ب ڈھیری امام مسجد مولانا عبدالرزاق عرف فیضی کے بھتیجے قاری فیض رسول نے آٹھ سالہ بچے احمر علی کو زیادتی کا نشانہ بنا ڈالا۔ ایس ایچ او چٹیانہ محمد الیاس ساہی نے ملزم قاری فیض رسول کو گرفتار کرکے مقدمہ بجرم 377 ت پ درج کرلیا۔

(اعجاز اقبال)

بچوں کے کیسز سننے کیلئے خصوصی عدالت کا قیام

لاہور لاہور ہائی کورٹ میں پاکستان میں پہلی مرتبہ بچوں سے متعلق کیسز کو سننے کے لیے خصوصی عدالت قائم کردی گئی۔ خصوصی عدالت کی افتتاحی تقریب سے خطاب کرتے ہوئے چیف جسٹس لاہور ہائی کورٹ سید منصور علی شاہ کا کہنا تھا کہ اس عدالت کے قیام کا مقصد بچوں کی معصومیت کو عدالتوں میں چلنے والی مقدمہ سازی کے منفی اثرات سے بچانا تھا۔ ان کا کہنا تھا کہ ہم عدالتوں میں اپنے مستقبل کے معماروں کی زندگی خراب نہیں کرسکتے۔ انہوں نے بتایا کہ پنجاب یونیورسٹی کے شعبہ نفسیات نے علیحدہ انتظار گاہ بھی قائم کی ہے جہاں ٹرائل کا سامنا کرنے والے بچوں کی کونسلنگ کی جائے گی۔ تقریب سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے اعلان کیا کہ لاہور میں جلد بزرگ شہریوں کے لیے بھی علیحدہ عدالت قائم کی جائے گی جبکہ اس سے قبل خواتین کے لیے بھی خصوصی عدالت قائم کی جا چکی ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس قسم کے منصوبے کو دیگر اضلاع تک بھی بڑھایا جائے گا۔ انہوں نے مقامی و بین الاقوامی اسٹیک ہولڈرز کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ ان کے تعاون سے اس عدالت کا قیام ممکن ہوسکا جس میں شروعاتی طور پر بچوں سے متعلق 80 کیسز کو منتقل کردیا گیا۔ اس تقریب میں سینئر جج جسٹس محمد یاور علی، جسٹس فرخ عرفان خان، جسٹس عالیہ نیلم، ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج عابد قریشی اور بار کے نمائندے بھی موجود تھے۔ یہ خبر 20 دسمبر 2017 کو ڈان اخبار میں شائع ہوئی۔

(بشکریہ ڈان)

قصور واقعہ: 11 کیسز کی محنت صفر ہوگئی، رکن چائلڈ رائٹس پروٹیکشن

اسلام آباد پنجاب کے چائلڈ رائٹس پروٹیکشن کی رکن صبا صادق کا کہنا ہے کہ قصور میں کمسن بچی کے ساتھ پیش آنے والے واقعے کے بعد ہم جن 11 کیسز پر کام کر رہے ہیں ان میں ہماری محنت صفر ہوگئی ہے۔ڈان نیوز کے پروگرام 'نیوز وائز' میں قصور میں کمسن بچی کے مبینہ زیادتی کے بعد قتل کے واقعے پر بات کرتے ہوئے صبا صادق نے کہا کہ 'مجھے ذاتی طور پر اس واقعے کا دکھ ہے، وزیر اعلیٰ پنجاب شہباز شریف کی جانب سے بھی اس پر گہرے رنج کا اظہار کیا گیا، یہ کوئی پہلا واقعہ نہیں ہے، اس سے قبل بھی اس طرح کے واقعات دیکھنے میں آئے ہیں۔' انہوں نے کہا کہ 'اس سے قبل پیش آنے والے واقعات کے بعد میں خود قصور گئی اور انتظامیہ و پولیس سے بات کی اور وزیر اعلیٰ کے حکم پر وہاں چائلڈ پروٹیکشن یونٹ قائم کیا، تاکہ اگر والدین کو پولیس یا انتظامیہ سے مدد لینے میں کسی قسم کی کوئی دشواری پیش آئے تو ہم ان کی مدد کر سکیں۔' پروگرام میں ساحل کے میڈیا مینیجر ممتاز گوہر نے بات کرتے ہوئے کہا کہ 'سال 2016 میں ملک بھر میں 100 سے زائد بچوں کو اغواء کے بعد زیادتی کا نشانہ بنا کر قتل کیا گیا، جبکہ سال 2017 میں یہ تعداد 62 رہی۔' ان کا کہنا تھا کہ 'اس طرح کے معاملات میں اگر ہم اعداد و شمار کو سامنے رکھیں تو 2015 میں قصور اسکینڈل کو ملا کر 451 کیسز صرف قصور سے سامنے آئے جبکہ 2016 میں قصور میں یہ واقعات کم ہو کر 141 ہوگئے تھے، اسی طرح 2017 میں قصور میں بچوں کے ساتھ جنسی زیادتی کے 129 کیس سامنے آئے۔ معاشرتی ذمہ داری کے حوالے سے ممتاز گوہر نے کہا کہ 'سب سے پہلی ذمہ داری والدین کی ہوتی ہے، انہیں چاہیے کہ بچوں کو سکھائیں کہ کس سے بات کرنی ہے اور کس سے نہیں، اس کے بعد اسکول کے اساتذہ کی ذمہ داری ہے کہ وہ بچوں کو بتائیں کہ انہیں خود کو کس طرح محفوظ رکھنا ہے، اس کے بعد پولیس، وکلاء اور دیگر اداروں کی ذمہ داری آتی ہے۔' واضح رہے کہ قصور میں 7 سالہ زینب کو اغوا کرنے کے بعد قتل کر دیا گیا تھا جبکہ اس واقعے کے بعد علاقہ مکینوں نے سخت احتجاج کیا اور ڈی پی او آفس پر دھاوا بول دیا۔ اس موقع پر مشتعل مظاہرین کی پولیس سے جھڑپ بھی ہوئی، اس دوران مبینہ طور پر فائرنگ سے 2 افراد ہلاک ہوگئے، جس کے بعد کشیدہ صورتحال کے پیش نظر انتظامیہ نے رینجرز طلب کر لی تھی۔ خیال رہے کہ گزشتہ روز قصور میں شہباز خان روڈ پر کچرے کے ڈھیر سے بچی کی لاش ملی تھی، جسے مبینہ طور پر زیادتی کے بعد قتل کیا گیا تھا۔ بچی کی لاش ملنے کے بعد اسے پوسٹ مارٹم کے لیے ڈسٹرکٹ ہسپتال منتقل کیا گیا تھا، جہاں اس کا پوسٹ مارٹم کرنے کے بعد لاش کو ورثاء کے حوالے کر دیا گیا تھا، تاہم اس حوالے سے رپورٹ میں بچی کے ساتھ مبینہ ریپ کی اطلاعات ہیں۔ دوسری جانب اس واقعے کے بعد قصور کی فضا سوگوار رہے، ورثاء، تاجروں اور وکلاء کی جانب سے احتجاج بھی کیا گیا اور تاجروں نے مکمل طور پر شٹر ڈاؤن کر کے فیروز پور روڈ کو بلاک کر دیا جبکہ ڈسٹرکٹ بار ایسوسی ایشن (ڈی بی اے) کی جانب سے بدھ کو عدالتی کارروائی کا بائیکاٹ کیا گیا اور قانون نافذ کرنے والے اداروں سے قاتلوں کی گرفتاری کا مطالبہ کیا گیا تھا۔ (بشکریہ ڈان)

باپ نے نومولود کو رقم کے عوض 'فروخت' کر دیا

جہلم جہلم کے علاقے محلّہ اسلامیہ اسکول کے رہائشی بیروزگار اور مقروض باپ نے اپنے نومولود بچے کو مبینہ طور پر 5 ہزار روپے میں فروخت کر دیا۔ نومولود کی ماں ثنا زبیر اور نانی نے بچے کی بازیابی کے لیے ڈسٹرکٹ پولیس افسر (ڈی پی او) کو درخواست دی، جس میں موقف اختیار کیا گیا کہ انہوں نے حال ہی میں جہلم کے مقامی ہسپتال میں بچے کو جنم دیا، جس کے بعد حالت بگڑنے پر انہیں راولپنڈی کے ہسپتال منتقل کیا گیا۔ انہوں نے کہا کہ راولپنڈی سے واپسی پر ان کے شوہر زبیر اختر نے انہیں بتایا کہ اس نے نومولود کو 5 ہزار روپے میں اس کی بہن کے مالک مکان کو فروخت کر دیا ہے۔ ثنا زبیر کا کہنا تھا کہ زبیر نے بچے کی واپسی کے لیے دباؤ ڈالنے پر جھگڑا شروع کر دیا اور پھر گھر سے چلا گیا۔ ڈی پی او نے سول لائن پولیس اسٹیشن کے اسٹیشن ہاؤس افسر (ایس ایچ او) کو فوری کارروائی کر کے بچے کی بازیابی کی ہدایت کی۔ واضح رہے کہ پاکستان میں بے روزگار اور غربت کے مارے والدین کی جانب سے اپنے بچوں کو رقم کے عوض فروخت کرنے کا یہ پہلا واقعہ نہیں ہے۔ اس سے قبل بھی ملک کے مختلف شہروں میں غربت اور بیروزگاری کے باعث والدین کی جانب سے بچوں کی فروخت کے واقعات پیش آ چکے ہیں۔ (بشکریہ ڈان)

پسند کی شادی کرنے والی لڑکی سے پنچایت کے ارکان کا ریپ ثابت

فیصل آباد فیصل آباد کی تحصیل تاندلیانوالہ میں پسند کی شادی کرنے پر مبینہ زیادتی کا شکار بننے والی لڑکی کی ابتدائی میڈیکل رپورٹ جاری کر دی گئی جس میں لڑکی سے پنچایت کے ارکان کا ریپ ثابت ہوگیا۔ میڈیکل آفیسر لیڈی ڈاکٹر سحر کے مطابق ابتدائی میڈیکل رپورٹ میں لڑکی سے زیادتی ثابت ہوگئی ہے جبکہ مزید کیمیائی معائنے ڈی این اے کے لیے لاہور بھیج دیئے گئے ہیں۔ تھانہ سٹی پولیس نے تین ملزمان کے خلاف مقدمہ درج کر کے دو کو گرفتار کر لیا جبکہ ایک ملزم کی گرفتاری کیلیے چھاپے مارے جا رہے ہیں۔ واضح رہے کہ تاندلیانوالا میں خاندان کی مرضی کے خلاف شادی کرنے والی لڑکی کا معاملہ پنچایت کے پاس فیصلے کے لیے گیا تھا، جہاں مبینہ طور پر لڑکی سے جنسی زیادتی کی گئی تھی۔ متاثرہ لڑکی کے سسر نے درخواست جمع کرائی تھی کہ لڑکی نے 10 اکتوبر کو اپنی مرضی سے میرے بیٹے سے شادی کی تھی لیکن یہ شادی لڑکی کے گھر والوں کو منظور نہ تھی اس لیے وہ معاملے کو گاؤں کی پنچایت کے پاس لے گئے اور لڑکی کی واپسی کا مطالبہ کیا۔ ان کا کہنا تھا کہ اپنی بہو کو اس لیے پنچایت کے حوالے کیا تھا کیونکہ لڑکی کے والد کی جانب سے باقاعدہ رخصتی کی تقریب کے بعد واپسی کا وعدہ کیا گیا تھا، تاہم پنچایت کے تین ارکان لڑکی کو اپنے ڈیرے پر لے گئے اور وہاں زیادتی کی اور لڑکی کو چیخنے یا بھاگنے کی صورت میں جان سے مارنے دینے کی دھمکی دی۔ انہوں نے کہا کہ متاثرہ لڑکی 12 دسمبر کو کسی صورت وہاں سے بھاگ نکلنے میں کامیاب ہوئی اور شوہر کے گھر پہنچی اور تمام صورت حال سے آگاہ کیا۔ ان کا کہنا تھا کہ ملزمان کی جانب سے ان کے گھر والوں کو دھمکیاں دی گئیں اور متاثرہ لڑکی کے دیور کو جان سے مارنے کی غرض سے 13 دسمبر کو مختصر وقت کے لیے اغوا بھی کیا گیا تھا، جس کی ایف آئی آر بھی درج کرا دی گئی۔ واضح رہے کہ اس سے قبل بھی جرگے اور پنچایت کے فیصلے پر ملک بھر میں متعدد واقعات رونما ہو چکے ہیں، 6 دسمبر 2017 کو آزاد کشمیر کی آزاد جموں کشمیر سے تعلق رکھنے والی ایک خاتون نے سینیٹ کی کمیٹی برائے انسانی حقوق کے سامنے دعویٰ کیا تھا کہ ان کے شوہر کے قریبی رشتہ داروں کی جانب سے انھیں مسلسل گینگ ریپ کا نشانہ بنایا گیا جس کے بعد پنچایت نے انہیں علاقہ چھوڑنے پر مجبور کر دیا تھا۔ انہوں نے تفصیلات بتاتے ہوئے کہا کہ ان کے شوہر کے بھتیجے نے اپنے دوستوں کے ہمراہ گینگ ریپ کیا اور ویڈیو بھی بنائی تھی۔ متاثرہ لڑکی نے بتایا تھا کہ جب یہ معاملہ جرگے (پنچایت) کے پاس لے جایا گیا جہاں پر زبردستی راضی نامہ کروانے کے بعد انھیں اور ان کے خاندان کے افراد کو ریاست بدر کر دیا گیا تھا۔ یاد رہے کہ 22 نومبر کو کراچی میں مومن آباد کے علاقے میں پسند کی شادی کرنے والے عبدالہادی اور اس کی اہلیہ حسینی بی بی کو جرگے کے حکم پر قتل کر دیا گیا تھا۔ اس حکم کے 2 روز بعد یہ واقعہ منظر عام پر آیا تھا جس کے بعد پولیس نے اتحاد ٹاؤن میں واقع قائم خانی قبرستان میں مقتول جوڑے کی قبر کشائی کر کے ان کی لاشوں کو پوسٹ مارٹم کے لیے عباسی شہید ہسپتال منتقل کر دیا تھا جبکہ پولیس نے جرگے کے ارکان کو بھی گرفتار کیا تھا، جنہوں نے بعد ازاں عدالت کے سامنے اعتراف جرم بھی کیا تھا۔ اس واقعے کی رپورٹ سامنے آتے ہی چیف جسٹس آف پاکستان نے 17 سالہ لڑکی سے ریپ کے واقعے کا از خود نوٹس لیتے ہوئے انسپکٹر جنرل (آئی جی) پنجاب پولیس سے واقعے پر رپورٹ طلب کر لی تھی اور 24 گھنٹے کے اندر رپورٹ پیش کرنے کا کہا تھا۔ (بشکریہ ڈان)

تعلیم

تعلیمی اداروں پر دہشت گردوں کے حملے کے خطرات

ٹوبہ ٹیک سنگھ تعلیمی اداروں پر دہشت گردوں کے حملے کے خطرات کے باوجود ضلع بھر کے سرکاری سکولز میں سکیورٹی انتظامات مکمل نہیں کیے جا سکے، والدین میں تشویش کی لہر دوڑ گئی۔ تین سال قبل رونما ہونے والے سانحہ آرمی پبلک سکول کے بعد پنجاب حکومت نے صوبے بھر کے سکولز میں سکیورٹی کے موثر اقدامات کے احکامات جاری کیے۔ طویل عرصہ گزرنے کے باوجود ضلع بھر کے سرکاری سکولز میں سکیورٹی انتظامات تاحال مکمل نہیں ہو سکے۔ کسی سکول کی چار دیواری غائب ہے تو کہیں سکیورٹی گارڈ تعینات نہیں جبکہ بیریئرز اور سی سی ٹی وی کیمروں کی تنصیب پر بھی کوئی توجہ نہیں دی گئی۔ والدین نے صورتحال پر گہری تشویش کا اظہار کرتے ہوئے ارباب اختیار سے مطالبہ کیا ہے کہ تمام سکولز میں سخت حفاظتی انتظامات یقینی بنائے جائیں۔ (اعجاز اقبال)

سندھ کا شعبہ تعلیم اپنے ہی مقرر کردہ اہداف حاصل کرنے میں ناکام

کراچی صوبائی وزیر تعلیم سندھ جام مہتاب نے اقرار کیا ہے کہ وہ شعبہ تعلیم میں اصلاحات سے متعلق اپنے ہی مقرر کردہ اہداف کے حصول میں مکمل ناکام رہے ہیں۔ وزیر تعلیم نے نے بتایا کہ 'حکومت درسگاہوں میں اساتذہ کی کمی پوری کرنے کے لیے 5 ہزار اساتذہ کو بھرتی کرے گی'۔ واضح رہے کہ گزشتہ مہینے ایک سماجی ادارے 'الف اعلان' نے تعلیم کے ناقص نظام کی وجہ سے سندھ اور وفاق کے زیر انتظام علاقے (فاٹا) کو سب سے پیچھے قرار دیا تھا۔ ملک کے 141 اضلاع کی فہرست میں خیبر پختونخوا کا ضلع ہری پور پہلے نمبر پر رہا، فہرست کے پہلے 10 اضلاع میں سے پنجاب کے پانچ، آزاد کشمیر کے 4 جبکہ خیبر پختونخوا کا ایک ضلع شامل ہے۔ اکیڈمی آف ایجوکیشن پلاننگ اینڈ مینجمنٹ کے مطابق سال 13-2012 کے اعداد و شمار کے مطابق سندھ میں پرائمری اسکولوں کی تعداد 44 ہزار 522 تھی جو 17-2016 میں کم ہو کر 38 ہزار 132 ہو گئی۔

(بشکریہ ڈان)

یونیورسٹی کا طالبعلم بھائی سمیت اغواء

کراچی کراچی یونیورسٹی کے ایک طالبعلم اور ان کے بھائی کو سادہ لباس میں قانون نافذ کرنے والے ادارے کے اہلکار اپنے ہمراہ لے گئے۔ دو ماہ سے بھی کم عرصے قبل کراچی یونیورسٹی سے ایک اور طالبعلم کو بھی اغوا کیا گیا تھا۔ اغوا کیے گئے طالب علم کے قریبی دوست نے ڈان کو بتایا کہ 'ممتاز ساجدی بلوچ اور ان کے بھائی کامران ساجدی کو سادہ لباس میں ملبوس قانون نافذ کرنے والے ادارے کے اہلکار جمعرات کی رات تقریباً 4 بجے اپنے ہمراہ لے گئے'۔ ان کا کہنا تھا کہ 'دونوں کو یونیورسٹی روڈ سے باہر میٹرو کیش اینڈ کیری کے قریب واقع مدد گوٹھ سے اٹھایا گیا جبکہ اہلکاروں کے ہمراہ پولیس کی بھاری نفری بھی موجود تھی'۔ انہوں نے کہا کہ 'ممتاز یونیورسٹی کے ماسٹرز پروگرام میں بین الاقوامی تعلقات کے شعبے میں آخری سال کا طالب علم ہے، کامران نے حال ہی میں بارہویں جماعت کی تعلیم مکمل کی ہے جبکہ دونوں کا تعلق بلوچستان کے ضلع خضدار کے ایک متوسط خاندان سے ہے'۔ طالب علم کے دوست نے کہا کہ 'ممتاز کا کسی سیاسی جماعت سے تعلق نہیں ہے، تاہم وہ سول سوسائٹی کے احتجاج میں حصہ لیتا ہے جبکہ اس کا خاندان ممتاز کی رہائی کی درخواست کر رہا ہے'۔ انسانی حقوق کمیشن پاکستان (ایچ آر سی پی) کے نائب چیئرمین سندھ اسد اقبال بٹ نے ممتاز کے دوست کے بیان کی تصدیق کرتے ہوئے کہا کہ 'پولیس اور سادہ لباس سکیورٹی اہلکار بغیر نمبر پلیٹوں والی گاڑی میں آئے اور ممتاز اور ان کے بھائی کو اپنے ہمراہ لے گئے'۔ انہوں نے زور دیتے ہوئے کہا کہ اگر طالب علم نے کوئی جرم کیا ہے تو اسے عوام عدالت سامنے لانا چاہیے، جبکہ صغیر احمد بلوچ کی 'گمشدگی' کے خلاف احتجاج کرنا شہریوں کا جمہوری حق ہے۔ واضح رہے کہ کراچی یونیورسٹی کے پولیٹیکل سائنس کے شعبے میں دوسرے سال کے طالب علم صغیر احمد بلوچ 20 نومبر کو ویژول اسٹڈیز کے ڈیپارٹمنٹ کے قریب چائے پی رہے تھے، جب گاڑی اور موٹر سائیکلوں میں آنے والے چند افراد انہیں اپنے ہمراہ لے گئے۔ ایچ آر سی پی کے عہدیدار کا کہنا تھا کہ 'اگر بلوچ طلبا کو اسی طرح اٹھایا جاتا رہا تو حالات بدنظمی کی طرف چلے جائیں گے'۔ دونوں بھائیوں کے مبینہ اغوا کا مقدمہ تاحال درج نہیں ہوا۔

(بشکریہ ڈان)

پنجاب یونیورسٹی کی زمین حکومت کو نہیں دی جائے گی

لاہور پنجاب یونیورسٹی کے وائس چانسلر پروفیسر ڈاکٹر ظفر معین نصر نے یونیورسٹی کے تمام فیکلٹی ممبران کو یقین دہانی کرائی ہے کہ پنجاب یونیورسٹی کے پرانے کیمپس کا اسپورٹس گراؤنڈ صوبائی حکومت کو نہیں دیا جائے گا۔ یہ یقین دہانی انہوں نے اساتذہ کے مختلف گروہوں کے نمائندوں کے ہونے والے اجلاس میں کرائی۔ اس اجلاس میں اکیڈمک اسٹاف ایسوسی ایشن کے صدر جاوید سمیع، سیکریٹری افتخار احمد تارڑ، اکیڈمک فورم کے صدر پروفیسر ڈاکٹر سلیم مظہر، پروفیسر ڈاکٹر فرخ الحق نوری، پروفیسر ڈاکٹر رفاقت علی اکبر، پروفیسر ڈاکٹر ساجد راشد، ڈاکٹر محبوب حسین اور ڈاکٹر محمد فاروق شاہد نے شرکت کی۔ واضح رہے کہ پنجاب حکومت نے اورنج لائن ٹرین منصوبے کے راستے کو ایڈجسٹ کرنے کے لیے چوبرجی کے مقام پر مدرسے کی زمین حاصل کی تھی اور اب وہ یونیورسٹی انتظامیہ کو اپنی 2 کینال کی زمین دینے پر مجبور کر رہی ہے تاکہ مدرسے کا معاوضہ ادا کیا جا سکے۔ یونیورسٹی کے تمام گروہوں اور فیکلٹی ممبران نے صوبائی حکومت کو اس زمین کی حوالگی پر تشویش کا اظہار کیا۔ اجلاس کے ایک شرکاء کا کہنا تھا کہ انہوں نے خواجہ احمد حسان سے ملاقات کی اور انہیں ایک اور زمین کی نشاندہی کی جو سیاسی مذہبی جماعت کو دی جا سکتی تھی۔ ان کا کہنا تھا کہ اس اسپورٹس گراؤنڈ کی تاریخی اہمیت ہے یہاں قائداعظم محمد علی جناح نے پاکستان بننے سے قبل مسلمانوں سے خطاب کیا تھا۔ ان کا مزید کہنا تھا کہ اس تبدیلی سے طالب علموں کے غیر تعلیمی سرگرمیوں پر گہرا اثر بھی پڑے گا۔ وائس چانسلر نے بھی اساتذہ کو یقین دہانی کرائی کہ وہ اس زمین کو حکومت کے حوالے نہیں کریں گے بلکہ صوبائی حکومت کو پی آئی اے پلانیٹیریم کی زمین مذہبی جماعت کو دینے کی تجویز دیں گے۔ ڈاکٹر نصر نے بھی اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ اساتذہ یونیورسٹی میں ایک مثبت ماحول پیدا کرنے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ اس اجلاس میں وائس چانسلر کے خلاف پھیلنے والے نامعلوم خط کی بھی مذمت کی گئی۔ اساتذہ کے تمام گروہوں نے متفقہ رائے پیش کرتے ہوئے کہا کہ ایک دوسرے پر کیچڑ نہیں اچھالنا چاہیے اور تمام افراد کو ایک دوسرے کی عزت کرنی چاہیے۔ اجلاس کے دوران ایسے عناصر کے خلاف سخت کارروائی کرنے اور انہیں سامنے لانے پر بھی اتفاق رائے کیا گیا۔

(بشکریہ ڈان)

اقلیتیں

ہندو لڑکی کا ریپ: عدالت کا تحفظ فراہم کرنے کا حکم

کراچی سندھ ہائی کورٹ نے پولیس کو ضلع عمرکوٹ کے علاقے کنری میں ریپ سے متاثرہ ہندو لڑکی اور اس کے اہل خانہ کو تحفظ فراہم کرنے کا حکم دیا ہے۔ سندھ ہائی کورٹ کے چیف جسٹس احمد علی ایم شیخ نے بااثر خاندان کے ایک فرد کی جانب سے گزشتہ ماہ ہندو برادری کی ایک لڑکی سے ریپ کا ازخود نوٹس لیتے ہوئے ملوث افراد کے خلاف کارروائی اور پولیس کو رپورٹ پیش کرنے کا حکم دیا تھا۔ عمرکوٹ کے سپرنٹنڈنٹ پولیس (ایس پی) عثمان اعجاز باجوہ سندھ ہائی کورٹ میں رپورٹ جمع کراتے ہوئے کہا تھا کہ ڈپٹی انسپکٹر جنرل (ڈی آئی جی) پولیس میر پور خاص نے ان کی نگرانی میں ایک کمیٹی بنائی تھی، جس میں کنری کے سب ڈویژنل پولیس آفیسر اور نبی سر کے ایس ایچ او کو شامل کیا گیا تھا تاکہ واقعے کی منصفانہ اور غیر جانبدارانہ تحقیقات کی جاسکے۔ رپورٹ میں کہا گیا کہ اس واقعے کی فرسٹ انفارمیشن رپورٹ (ایف آئی آر) نبی سر پولیس اسٹیشن میں پاکستان پینل کوڈ کے سیکشن 376 کے تحت درج کی گئی اور مشتبہ افراد کو گرفتار کیا گیا تھا۔ رپورٹ میں مزید کہا گیا کہ کسان کی بیٹی متاثرہ لڑکی کا طبی معائنہ کنری تعلقہ ہسپتال میں کیا گیا اور ڈی این اے کے نمونے بھی حاصل کیے گئے تھے جبکہ متاثرہ لڑکی کی میڈیکل رپورٹ میں اس سے ریپ کی تصدیق ہوئی تھی اور مزید تحقیقات جاری تھی۔

(بشکریہ ڈان)

چرچ میں خودکش دھماکا، خواتین سمیت 9 افراد جاں بحق

کوئٹہ بلوچستان کے دارالحکومت کوئٹہ کے زرغون روڑ میں واقع بیتھل میموریل میتھوڈسٹ چرچ میں خودکش دھماکے اور فائرنگ کے نتیجے میں 3 خواتین سمیت 9 افراد ہلاک اور درجنوں زخمی ہوگئے۔ وزیر داخلہ بلوچستان سرفراز بگٹی نے ڈان نیوز سے بات چیت کرتے ہوئے حملے کی تصدیق کی اور بتایا کہ دھماکے کے بعد فائرنگ کی گئی جس میں متعدد افراد زخمی ہوئے۔ انہوں نے بتایا کہ ابتدائی معلومات کے مطابق 4 دہشت گردوں نے چرچ پر حملہ کیا تھا، جن میں سے ایک کو سیکیورٹی اہلکاروں نے چرچ کے دروازے پر فائرنگ کرکے ہلاک کردیا تھا۔ صوبائی وزیر داخلہ کا کہنا تھا کہ دوسرے مسلح دہشت گرد نے خود کو چرچ کے دروازے پر دھماکا خیز مواد سے اڑالیا جبکہ دیگر دو حملہ آور سیکیورٹی اہلکاروں کو دیکھ کر فرار ہوگئے۔ انھوں نے بتایا کہ فرار ہونے والے دہشت گردوں کی گرفتاری کے لیے سیکیورٹی اہلکاروں کی بڑی تعداد نے علاقے کو گھیرے میں لے کر سرچ آپریشن کا آغاز کردیا۔ واقعے میں زخمی یا ہلاک ہونے والے افراد کے حوالے سے وزیر داخلہ بلوچستان کا کہنا تھا کہ ابتدائی معلومات کے مطابق 4 افراد واقعے میں ہلاک ہوئے جبکہ متعدد زخمی ہوئے۔ انھوں نے ایک سوال کے جواب میں کہا کہ وہ فوری طور پر زخمیوں کی حتمی تعداد کے بارے میں نہیں بتاسکتے۔ وزیر داخلہ سرفراز بگٹی نے کوئٹہ میں چرچ پر ہونے والے حملے کے حوالے سے سماجی رابطے کی ویب سائٹ ٹوئٹر پر ایک پیغام میں اس حملے اور پولیس آپریشن کی تفصیلات سے بھی آگاہ کیا۔ سیکیورٹی حکام کے مطابق بم دھماکا کوئٹہ میں زرغون روڈ کے انتہائی حساس علاقے امداد چوک پر قائم ایک چرچ میں ہوا جس کے بعد مسلح دہشت گردوں نے فائرنگ بھی کی اور واقعے میں متعدد افراد ہلاک و زخمی ہوئے۔ سیکیورٹی حکام نے بتایا کہ دھماکے کے وقت چرچ میں دعائیہ تقریب جاری تھی اور اس موقع پر لوگوں کی بڑی تعداد یہاں موجود تھی۔ ریسکیو ذرائع کے مطابق زخمیوں کو فوری طور پر کوئٹہ سول ہسپتال منتقل کیا گیا تاہم جائے وقوع پر سیکیورٹی اہلکاروں اور مسلح دہشت گردوں کے درمیان فائرنگ کے تبادلے کے باعث امدادی سرگرمیوں میں مشکلات کا سامنا رہا۔ سرکاری حکام کے مطابق دھماکے کے بعد کوئٹہ بھر کے ہسپتالوں میں ایمرجنسی نافذ کردی گئی۔ سیکیورٹی اہلکاروں نے جائے وقوع پر پہنچ کر علاقے کو گھیرے میں لے لیا اور غیر متعلقہ افراد کو جائے وقوع کی جانب جانے کی اجازت نہیں دی گئی۔ حکام کے مطابق متاثرہ چرچ پر پہلے بھی ایک مرتبہ دہشت گردوں نے حملہ کیا تھا جس کے بعد اس کی سیکیورٹی انتہائی سخت کردی گئی تھی جو کوئٹہ ریلوے اسٹیشن اور اہم سرکاری عمارتیں کے قریب واقع ہے۔ سرکاری حکام کے مطابق وزیر اعلیٰ بلوچستان نواب ثناء اللہ زہری نے دھماکے کی مذمت کرتے ہوئے تمام متعلقہ اداروں کو ہر ممکنہ اقدامات اٹھانے کی ہدایت کردی گئی۔ کوئٹہ سول ہسپتال میں 8 لاشیں لائی گئیں جن میں 3 لاشیں خواتین کی بھی تھی، سول ہسپتال کی انتظامیہ کے مطابق یہاں ریسکیو رضا کاروں نے 20 زخمیوں کو منتقل کیا جس میں بچے اور خواتین بھی شامل ہیں جبکہ کچھ دیر بعد سول ہسپتال کوئٹہ کے ترجمان نے بتایا کہ چرچ دھماکے کا ایک اور متاثرہ شخص زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے جاں بحق ہوگیا۔ بعدازاں آئی جی بلوچستان معظم انصاری نے جائے وقوع پر میڈیا کے نمائندوں سے بات چیت کرتے ہوئے بتایا کہ ایک حملہ آور نے چرچ کے دروازے پر خود کو اڑایا جبکہ انہوں نے تسلیم کیا کہ دہشت گرد چرچ کی مرکزی عمارت میں پہنچ جاتے تو نقصان اس سے کہیں زیادہ ہوتا۔ انہوں نے کہا کہ دھماکے کے وقت چرچ میں 400 افراد موجود تھے۔ ان کا مزید کہنا تھا کہ فرار ہونے والے دہشت گردوں کی تلاش کے لیے سرچ آپریشن جاری ہے جبکہ سیکیورٹی فورسز نے چرچ کو کلیئر قرار دے دیا۔ ادھر ڈائریکٹر جنرل (ڈی جی) سول ڈیفنس نے بتایا کہ چرچ میں خودکش بمباروں کی جیکٹس میں 15، 15 کلوگرام اعلیٰ کوالٹی کا دھماکا خیز مواد موجود تھا۔ انہوں نے بتایا کہ دوسرے حملہ آور کی خودکش جیکٹ کو ناکارہ بنادیا گیا، جسے وہ اڑانے میں ناکام رہا تھا۔ ڈی جی سول ڈیفنس نے بتایا کہ خودکش حملہ آوروں کی عمر 16 سے 20 سال کے درمیان تھیں جبکہ سول ڈیفنس کی بم ڈسپوزل ٹیم نے چرچ اور اطراف کے علاقے کو کلیئر کردیا۔ کوئٹہ کے سول لائن تھانے میں زرغورن روڈ پر واقع چرچ میں ہونے والے حملے کا مقدمہ درج کیا گیا۔ ایس ایچ او سول لائن کی مدعیت میں نامعلوم دہشت گردوں کیخلاف درج مقدمے میں قتل، اقدام قتل، ایکسپلوزیو ایکٹ، انسداد دہشت گردی سمیت دیگر دفعات شامل کی گئی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے حوصلے بلند ہیں اور دہشت گردی سے ہمیشہ مقابلہ کریں گے اور اس کے لیے اقلیتی برادری حکومت کے ساتھ شانہ بشانہ کھڑی ہے۔ یاد رہے کہ کوئٹہ میں اقلیتوں، مذہبی رہنماؤں سمیت پولیس اور سیکیورٹی اہلکاروں کو نشانہ بنایا جاتا رہا ہے اور پولیس کے سینیئر افسران کو قتل کیا جاچکا ہے۔ اس سے قبل 25 نومبر 2017 کو بلوچستان کے دارالحکومت کوئٹہ میں دھماکے میں 6 افراد جاں بحق جبکہ 19 زخمی ہوگئے تھے۔ کوئٹہ کے علاقے نواں کلی میں رواں ماہ 15 نومبر کو مسلح افراد کی فائرنگ کے نتیجے میں قائم مقام ایس پی انوسٹی گیشن محمد الیاس، ان کی اہلیہ اور بیٹے سمیت خاندان کے چار افراد ہلاک ہوئے تھے۔ اس سے ایک ہفتہ قبل (9 نومبر کو) کوئٹہ کے حساس علاقے چمن روڈ پر قاتلانہ حملے میں ایڈیشنل انسپکٹر جنرل (اے آئی جی) بلوچستان پولیس حامد شکیل جاں بحق ہوگئے تھے۔

(بشکریہ ڈان)

خودکشی کے واقعات

مختلف اخبارات میں شائع ہونے والی خبروں اور جہد حق کے نامہ نگاروں کی جانب سے بھجوائی گئی رپورٹوں کے مطابق 26 نومبر سے 25 دسمبر تک کے دوران ملک بھر میں 134 افراد نے خودکشی کی۔خودکشی کرنے والوں میں 61 خواتین شامل تھیں۔اسی عرصہ کے دوران 77 افراد نے خودکشی کرنے کی کوشش کی جنھیں بروقت طبی امداد دے کر بچا لیا گیا۔اقدام خودکشی کرنے والوں میں 42 خواتین شامل ہیں۔اعداد وشمار کے مطابق خودکشی کرنے والوں میں 96 افراد نے گھریلو جھگڑوں ومسائل سے تنگ آ کر اور ایک نے معاشی تنگدستی سے مجبور ہو کر خودکشی کی۔

تاریخ	نام	جنس	عمر	ازدواجی حیثیت	وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
26نومبر	رقیہ	خاتون	19برس	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	صادق آباد	۔	جنگ ملتان
26نومبر	شائلہ چانڈیو	خاتون	20برس	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	گوٹھ محب علی چانڈیو ضلع دادو	۔۔	کاوش
26نومبر	نور جہاں سیال	خاتون	50برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	بھٹائی محلہ۔رانی پور ضلع خیرپور	۔۔	کاوش
26نومبر	آرزو بتول سیال	خاتون	15برس	۔۔۔	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	بھٹائی محلہ۔رانی پور ضلع خیرپور	۔۔	کاوش
26نومبر	دلبر سولنگی	مرد	25برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خودکو گولی مارکر	انڑ گوٹھ۔مدیجی ضلع لاڑکانہ	۔۔	عوامی آواز
27نومبر	ظہور	مرد	30برس	غیرشادی شدہ	۔	۔	مٹھن کوٹ، راجن پور	۔	جنگ
27نومبر	حاجرہ	خاتون	18برس	غیرشادی شدہ	۔	زہرخورانی	دائرہ دین پناہ، رحیم یار خان	۔	جنگ
28نومبر	مشتاق	مرد	30برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	خانپور	۔	خبریں ملتان
28نومبر	جاگی	خاتون	45برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	تالپر کالونی ضلع ٹنڈو محمد خان	۔۔	کاوش
28نومبر	عبدالقادر	مرد	50برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	حیات لاڑ	۔	جنگ
28نومبر	ثمرین	خاتون	۔	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	موضع گھڑی	۔	جنگ
28نومبر	نسیم بی بی	خاتون	۔	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	وہاڑی	۔	جنگ
28نومبر	عدنان مقصود	خاتون	20برس	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	وہاڑی	۔	جنگ
28نومبر	۔	مرد	۔	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	میانوالی	۔	جنگ
28نومبر	عبدالستار	مرد	16برس	غیرشادی شدہ	ذہنی معذوری	زہرخورانی	میانوالی	۔	نوائے وقت
29نومبر	روبینہ میو	خاتون	23برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندا لگا کر	لطیف آباد نمبر 12 ضلع حیدرآباد	۔۔	کاوش
29نومبر	نازیہ	خاتون	22برس	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	فیصل آباد	۔	نوائے وقت
29نومبر	ساجدہ	خاتون	22برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	ساہیوال	۔	نوائے وقت
29نومبر	سونیا ناز	خاتون	۔	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	گوجرانوالہ	۔	نوائے وقت
29نومبر	زبیراں بی بی	خاتون	۔	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	قصور	۔	نوائے وقت
29نومبر	زبیدہ	خاتون	۔	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	چونیاں	۔	جنگ
29نومبر	صائمہ	خاتون	۔	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خودکو گولی مارکر	ساہیوال	۔	جنگ
29نومبر	رانا عمران	مرد	25برس	۔	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	ساہیوال	۔	جنگ
30نومبر	صفیہ راجپوت	خاتون	30برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندا لے کر	ٹنڈو آدم ضلع سانگھڑ	۔۔	کاوش
30نومبر	پروین گولو	خاتون	17برس	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندا لگا کر	گوٹھ گل محمد گولو۔بخشاپور	درج	کاوش
30نومبر	امبرین	خاتون	27برس	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	شاہدرہ	۔	نوائے وقت
30نومبر	۔	خاتون	23برس	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	گوجرانوالہ	۔	نوائے وقت
30نومبر	الطاف حسین	مرد	۔	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	جڑانوالہ، فیصل آباد	۔	جنگ
30نومبر	خالد	مرد	26برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	خانپور، بہاولپور	۔	جنگ
یکم دسمبر	سلمان	مرد	28برس	۔۔۔	گھریلو جھگڑا	بندوق	جکھرانی محلہ۔رتوڈیرو ضلع لاڑکانہ	درج	کاوش
یکم دسمبر	عارفہ	خاتون	21برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	صالح خانہ پی، نوشہرہ	درج	آج
2دسمبر	شہباز علی	مرد	25برس	۔۔۔	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	بیرانی۔گوٹھ احمد خان ضلع سانگھڑ	۔۔	کاوش

تاریخ	نام	جنس	عمر	ازدواجی حیثیت	وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
3دسمبر	ولی محمد	مرد	30برس	---	گھریلو جھگڑا	ٹرین تلے آ کر	ٹنڈوآدم ضلع سانگھڑ	--	کاوش
03دسمبر	-	خاتون	55برس	شادی شدہ	-	نہر میں کود کر	کامونکی	-	جنگ
03دسمبر	-	خاتون	-	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	فیروزوالہ	-	نوائے وقت
03دسمبر	بتول اختر	مرد	18برس	غیر شادی شدہ	-	زہر خورانی	فیصل آباد	-	نوائے وقت
03دسمبر	شہناز بی بی	خاتون	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	حجرہ شاہ مقیم،اوکاڑہ	-	نوائے وقت
4دسمبر	عبدالجلیل	مرد	55برس	-	ذہنی معذوری	خودکو گولی مار کر	سنگر باب، مردان	درج	آج
4دسمبر	امرت میگھواڑ	مرد	23برس	---	ذہنی معذوری	پھندا لے کر	گوٹھ جوگی مڑھی۔اسلام کوٹ ضلع تھرپارکر	--	کاوش
4دسمبر	نازیہ	خاتون	16برس	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندا لے کر	اوکاڑہ، دیپالپور	-	جنگ
4دسمبر	حنان	مرد	30برس	-	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	علامہ اقبال ٹاؤن، فیصل آباد	-	جنگ
5دسمبر	عرفان	مرد	-	-	گھریلو جھگڑا	خودکو گولی مار کر	فیصل آباد	-	دی نیوز
5دسمبر	ذکیہ بی بی	خاتون	28برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	صادق آباد	-	خبریں ملتان
05دسمبر	ظہراں بی بی	خاتون	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	قصور	-	جنگ
5دسمبر	مختیار جمالی	مرد	19برس	---	پولیس کے خوف سے	دریا میں کود کر	سحرش نگر ضلع حیدرآباد	--	کاوش
5دسمبر	نظیران لنڈ	خاتون	--	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خودکو گولی مار کر	گوٹھ رمضان لنڈ۔گولارچی ضلع بدین	--	عوامی آواز
6دسمبر	مٹھی بائی کولہی	خاتون	20برس	شادی شدہ	پسند کی شادی نہ ہونے کیوجہ	پھندا لے کر	اسلام کوٹ ضلع تھرپارکر	--	کاوش
6دسمبر	بھاگو کولہی	مرد	22برس	---	پسند کی شادی نہ ہونے کیوجہ	پھندا لے کر	اسلام کوٹ ضلع تھرپارکر	--	کاوش
7دسمبر	محمد عرفان	مرد	40برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندا لے کر	چوک نیو سول لائن، فیصل آباد	-	نوائے وقت
7دسمبر	ثمینہ	خاتون	51برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خودکو گولی مار کر	اوکاڑہ	-	نوائے وقت
7دسمبر	شاہ جہان	مرد	-	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	گجرات	-	نوائے وقت
7دسمبر	شہناز بی بی	خاتون	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	نہر میں کود کر	حافظ آباد	-	جنگ
7دسمبر	ثمینہ	خاتون	-	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خودکو گولی مار کر	اوکاڑہ	-	جنگ
7دسمبر	عبدالغفور	مرد	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندا لے کر	فقیر والی، بہاولنگر	-	جنگ
7دسمبر	نسیم بیگم	خاتون	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خودکو گولی مار کر	اوکاڑہ	-	ڈان
7دسمبر	رابعہ پروین	خاتون	19سال	شادی شدہ	-	زہر خورانی	کبیروالا	-	خبریں ملتان
8دسمبر	پومی شیخ	مرد	-	شادی شدہ	-	زہر خورانی	مریدکے	-	دنیا
8دسمبر	محمد ارشد	مرد	-	غیر شادی شدہ	-	پھندا لے کر	دریا خان، بھکر	-	نوائے وقت
8دسمبر	کریم خاتون	خاتون	26برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	راجن پور، رحیم یار خان	-	خبریں ملتان
8دسمبر	رضوان اللہ	مرد	25برس	-	-	خودکو گولی مار کر	بیری باغ، پشاور	درج	ایکسپریس
9دسمبر	عبدالقادر	مرد	30برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خودکو گولی مار کر	مہوڑے، مردان	درج	آج
9دسمبر	ناظم حسین	مرد	33برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	نہر میں کود کر	پھالیہ	-	جنگ
9دسمبر	محمد رفیق	مرد	35برس	شادی شدہ	-	زہر خورانی	بھٹہ کالونی، ڈیرہ غازیخان	-	جنگ
9دسمبر	حمیداں بی بی	خاتون	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	ٹوبہ ٹیک سنگھ	-	جنگ
9دسمبر	فیصل	مرد	-	غیر شادی شدہ	-	زہر خورانی	سرگودھا	-	ایکسپریس ٹریبون
9دسمبر	راج بائی	خاتون	22برس	شادی شدہ	بیماری کیوجہ	پھندا لے کر	گوٹھ بھاگٹیون تعلقہ ڈیپلو ضلع تھرپارکر	--	کاوش
10دسمبر	عمران	مرد	36برس	-	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	مانگا منڈی، لاہور	-	نوائے وقت
10دسمبر	سجاد	مرد	30برس	-	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	بادامی باغ، لاہور	-	نوائے وقت

تاریخ	نام	جنس	عمر	ازدواجی حیثیت	وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
10دسمبر	عبدالرحمان	بچہ	12برس	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	بہادر پورہ،قصور	۔	نوائے وقت
10دسمبر	حافظ	مرد	36برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	مانگامنڈی،لاہور	۔	ایکسپریس
10دسمبر	سعدیہ بی بی	خاتون	20برس	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	چک پی40،رحیم یارخان	۔	جنگ ملتان
10دسمبر	اللہ وسایا	مرد	40برس	شادی شدہ	بیماری سے دلبرداشتہ ہوکر	زہرخورانی	اللہ آباد کالونی،داجل،راجن پور	درج	جنگ ملتان
11دسمبر	فرید	مرد	30برس	۔	ذہنی معذوری	خودکوگولی مارکر	گاؤں شیر عالم کلے،آدم خیل	درج	آج
11دسمبر	شہزاد	مرد	۔	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندالےکر	گگومنڈی،وہاڑی	۔	ایکسپریس
11دسمبر	فریدخان	مرد	۔	۔	ذہنی معذوری	خودکوگولی مارکر	درہ آدم خیل	۔	نوائے وقت
11دسمبر	رقیہ بی بی	خاتون	20برس	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	منٹھار،صادق آباد	۔	دنیا
11دسمبر	رابعہ	خاتون	33برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	۔	حسن آباد،ملتان	۔	دنیا
12دسمبر	نذیر احمد	مرد	18برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندالےکر	ٹنڈوآدم ضلع سانگھڑ	۔۔	کاوش
13دسمبر	مریم بی بی	خاتون	18برس	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خودکوگولی مارکر	راناٹاؤن،فیروزووالہ	۔	نوائے وقت
13دسمبر	الماس	خاتون	20برس	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	فیروزوالہ	۔	نوائے وقت
13دسمبر	کوثر بی بی	خاتون	17برس	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	نہرمیں کودکر	بہاولپور	۔	دی نیوز
14دسمبر	عبدالشکور	مرد	22برس	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خودکوگولی مارکر	جھنگ	۔	ڈان
14دسمبر	مریم بی بی	خاتون	۔	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خودکوگولی مارکر	راناٹاؤن،فیروزوالا	۔	جنگ
14دسمبر	شکیلہ	مرد	۔	غیرشادی شدہ	۔	خودکوگولی مارکر	ٹوبہ ٹیک سنگھ	۔	نوائے وقت
14دسمبر	۔	مرد	۔	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	ڈسکہ	۔	نئی بات
14دسمبر	جواد احمد	مرد	۔	غیرشادی شدہ	۔	زہرخورانی	ڈسکہ	۔	دی نیوز
15دسمبر	مشل خان	مرد	22برس	۔	۔	پھندالےکر	تیمرہ گرجیل،تیمرہ گرہ،مردان	درج	آج
15دسمبر	بانو	خاتون	۔	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	باٹاپور،لاہور	۔	جنگ
15دسمبر	احسان	مرد	۔	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خودکوجلاکر	بوریوالا	۔	جنگ
15دسمبر	رمشاء بی بی	خاتون	۔	غیرشادی شدہ	۔	۔	رکن پور،بہاولپور	۔	جنگ
15دسمبر	عاطف	مرد	24برس	غیرشادی شدہ	۔	زہرخورانی	سبزہ زار،لاہور	۔	دی نیوز
15دسمبر	محمد ندیم		مرد	۔	شادی شدہ	خودکوجلاکر	سروسز ہسپتال،لاہور	۔	نئی بات
15دسمبر	ارشد	مرد	26برس	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندالےکر	ہربنس پورہ،لاہور	۔	جنگ
15دسمبر	مقدس	خاتون	۔	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	جاکے چٹھہ،گوجرانوالہ	۔	جنگ
15دسمبر	نورین بی بی	خاتون	20برس	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	رکن پور،بہاولپور	۔	جنگ
15دسمبر	فوزیہ	خاتون	35برس	۔	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	شیرکوٹ	۔	دی نیوز
16دسمبر	محمد کاشف	مرد	20برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	راجن پور	۔	ایکسپریس ٹریبون
17دسمبر	فریدگل	خاتون	۔	شادی شدہ	۔	پھندالےکر	لکھپانی کاٹلنگ،مردان	درج	آج
17دسمبر	گلفام	مرد	۔	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خودکوگولی مارکر	پلئی نحیہ تھانہ،ملاکنڈ	درج	آج
17برس	یان نیاز	مرد	۔	۔	زہرخورانی	پھندالےکر	مہمند ایجنسی	درج	ایکسپریس
17دسمبر	شاہد	مرد	۔	غیرشادی شدہ	۔	۔	اوکاڑہ	۔	دی نیوز
17دسمبر	شازیہ	خاتون	32برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	نہرمیں کودکر	ساہیوال	۔	جنگ
17دسمبر	ظفر	مرد	37برس	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خودکوجلاکر	سرگودھا	۔	جنگ
17دسمبر	۔	خاتون	۔	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	ڈسکہ	۔	نئی بات

تاریخ	نام	جنس	عمر	ازدواجی حیثیت	وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
20دسمبر	محمد ارشد بلوچ	مرد	18برس	غیرشادی شدہ	۔	خودکو گولی مارکر	السعودیہ ٹاؤن، ڈی آئی خان	درج	آج
20دسمبر	محمد سفیان	مرد	25برس	غیرشادی شدہ	پسند کی شادی نہ ہونے پر	ٹرین تلے آ کر	کاموکی	۔	نوائے وقت
20دسمبر	رضوان	مرد	28برس	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	ساہیوال	۔	نوائے وقت
20دسمبر	محمد عثمان	مرد	۔	شادی شدہ	نوکری سے نکالنے پر دلبرداشتہ	خودکو جلا کر	لاہور	۔	نوائے وقت
20دسمبر	سیف اللہ	مرود	16برس	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	چنیوٹ	۔	نوائے وقت
20دسمبر	فضیلت بی بی	بچہ	13برس	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	رجوعہ، چنیوٹ	۔	نوائے وقت
20دسمبر	۔	مرد	30برس	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	رجوعہ، چنیوٹ	۔	نوائے وقت
20دسمبر	ندیم	مرد	22برس	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	رینالہ خورد، اوکاڑہ	۔	نوائے وقت
20دسمبر	رانا حبیب	مرد	۔	غیرشادی شدہ	بیماری سے دلبرداشتہ ہوکر	خودکو گولی مارکر	بچیانہ	۔	نوائے وقت
20دسمبر	اللہ دتہ	مرد	۔	غیرشادی شدہ	ذہنی معذوری	پھندا لے کر	پاکپتن	۔	دی نیوز
20دسمبر	منیر احمد	مرد	۔	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	فیصل آباد	۔	دی نیوز
22دسمبر	ص	خاتون	۔	شادی شدہ	۔	خودکو گولی مارکر	محلّہ مدے خیل، بٹ خیلہ ملاکنڈ	درج	آج
22دسمبر	اعجاز حسین	مرد	۔	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندا لے کر	رینالہ خورد	۔	جنگ
22دسمبر	عالمگیر	مرد	۔	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	دریا میں کود کر	رسالپور، نوشہرہ	۔	نوائے وقت
23دسمبر	شکیل	مرد	26برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	جلال پور جٹاں	۔	جنگ
23دسمبر	مصباح	خاتون	۔	شادی شدہ	اولاد نہ ہونے کی وجہ سے	پھندا لے کر	ملت ٹاؤن، فیصل آباد	۔	جنگ
23دسمبر	شریفاں عمرانی	خاتون	20برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خودکو گولی مارکر	دیہہ 197۔ٹنڈوجان محمد ضلع میرپورخاص	درج	کاوش
23دسمبر	نجف	مرد	18برس	غیرشادی شدہ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	بندبوسن، ملتان	۔	جنگ
23دسمبر	حضور بخش	مرد	26برس	غیرشادی شدہ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	لیاقت پور، بہاولپور	۔	جنگ
23دسمبر	مقدس بی بی	خاتون	۔	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	شرقپور شریف، شیخوپورہ	۔	جنگ
24دسمبر	رخسانہ	خاتون	20برس	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	گیلے وال، لودھراں	۔	جنگ
24دسمبر	فوزیہ	خاتون	15برس	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندا لے کر	مانہ احمدانی، ڈیرہ غازی خان	۔	جنگ
24دسمبر	عثمان	مرد	20برس	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خودکو گولی مارکر	ٹوبہ ٹیک سنگھ	۔	دی نیوز
24دسمبر	عدنان	مرد	22برس	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خودکو گولی مارکر	جھکڑ، گجرات	۔	نوائے وقت
24دسمبر	مصباح	خاتون	28برس	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندا لے کر	فیصل آباد	۔	ایکسپریس ٹریبون
25دسمبر	محمد وحید	مرد	۔	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	اوکاڑہ	۔	ڈان
25دسمبر	نسیم	خاتون	40برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	نہر میں کود کر	لاڑکانہ	۔	ڈان
25دسمبر	آصف	مرد	26برس	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	چک 130، ج ب، فیصل آباد	۔	جنگ
25دسمبر	کریم بخش	مرد	۔	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خودکو گولی مارکر	رحیم یار خان	۔	جنگ
25دسمبر	فوزیہ	خاتون	28برس	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	غفور آباد، صادق آباد	۔	جنگ

اقدام خودکشی:

تاریخ	نام	جنس	عمر	ازدواجی حیثیت	وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
25نومبر	ثمینہ	خاتون	20برس	غیرشادی شدہ	۔	۔	خان پور، رحیم یار خان	۔	جنگ
25نومبر	کاشف	مرد	18برس	غیرشادی شدہ	۔	۔	خان پور، رحیم یار خان	۔	جنگ

تاریخ	نام	جنس	عمر	ازدواجی حیثیت	وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
26نومبر	رخسانہ	خاتون	25برس	شادی شدہ	-	-	جمالدین والی،رحیم یارخان	-	جنگ ملتان
26نومبر	اظہار	مرد	18برس	غیر شادی شدہ	-	-	چک144پی،رحیم یارخان	-	جنگ ملتان
28نومبر	بشریٰ بی بی	خاتون	14برس	غیرشادی شدہ	-	-	نورپور،رحیم یارخان	-	خبریں ملتان
28نومبر	فیروزہ بی بی	خاتون	17برس	غیرشادی شدہ	-	-	چک24،رحیم یارخان	-	خبریں ملتان
28نومبر	حمیرا	خاتون	25برس	شادی شدہ	-	-	خیرپورکھڈالی،رحیم یارخان	-	خبریں ملتان
28نومبر	لطیفاں بی بی	خاتون	25برس	شادی شدہ	-	-	آبادپور،رحیم یارخان	-	خبریں ملتان
30نومبر	انیلہ بی بی	خاتون	23برس	غیرشادی شدہ	-	-	آدم صحابہ،رحیم یارخان	-	جنگ
30نومبر	شازیہ	خاتون	23برس	غیرشادی شدہ	-	-	لیاقت پور،رحیم یارخان	-	دنیا
30نومبر	شکیلہ	خاتون	35برس	غیرشادی شدہ	-	-	اقبال آباد،رحیم یارخان	-	دی نیوز
30نومبر	غلام سرور	مرد	35برس	غیرشادی شدہ	-	-	بہادرپور،رحیم یارخان	-	جنگ
30نومبر	اللہ ڈیوایا	مرد	50برس	غیرشادی شدہ	-	-	چک243،رحیم یارخان	-	جنگ
کیم دسمبر	-	خاتون	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	ڈسکہ	-	دنیا
کیم دسمبر	ابراہیم	مرد	-	شادی شدہ	-	-	پاکپتن	-	دی نیوز
کیم دسمبر	ظفرلغاری	مرد	--	---	گھریلو جھگڑا	خودکوگولی مارکر	گوٹھ بیچوھا ضلع دادو	--	کاوش
3دسمبر	زرین بی بی	خاتون	-	شادی شدہ	-	-	حافظ آباد	-	دی نیوز
3دسمبر	زینب	خاتون	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	-	پنڈی بھٹیاں	-	جنگ
4دسمبر	ع	خاتون	16برس	غیرشادی شدہ	-	زہرخورانی	گلی باغ،مردان	درج	ایکسپریس
5دسمبر	حمدان خان	مرد	-	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خودکوگولی مارکر	گاؤں سربند،باڑہ روڈ،پشاور	درج	آج
5دسمبر	ف ش	خاتون	--	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	کنڈروضلع نوابشاہ	--	کاوش
5دسمبر	غنویٰ	خاتون	--	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	گوٹھ قائم خان ضلع لاڑکانہ	--	کاوش
05دسمبر	رقیہ بی بی	خاتون	20برس	شادی شدہ	-	-	چک194،رحیم یارخان	-	خبریں ملتان
05دسمبر	سوہنی بی بی	خاتون	28برس	شادی شدہ	-	-	کشمور	-	خبریں ملتان
05دسمبر	عمردراز	مرد	23برس	شادی شدہ	-	-	حسن کالونی،رحیم یارخان	-	خبریں ملتان
05دسمبر	ناصربشیر	مرد	17برس	غیرشادی شدہ	-	-	خان بیلہ،رحیم یارخان	-	خبریں ملتان
05دسمبر	فرحانہ بی بی	خاتون	17برس	غیرشادی شدہ	-	-	رحیم یارخان	-	خبریں ملتان
05دسمبر	محمدعظیم	مرد	-	-	گھریلو جھگڑا	خودکوگولی مارکر	قصور	-	جنگ
05دسمبر	اعظم حسین	مرد	-	-	گھریلو جھگڑا	خودکوگولی مارکر	قصور	-	جنگ
5دسمبر	اویس	مرد	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	ڈسکہ	-	نئی بات
5دسمبر	عابد	مرد	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	ڈسکہ	-	نئی بات
5دسمبر	عمران	مرد	-	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	-	بورے والا،وہاڑی	-	نئی بات
5دسمبر	عاصمہ بی بی	خاتون	18برس	شادی شدہ	-	-	تھلی چوک،رحیم یارخان	-	جنگ ملتان
5سمبر	زرینہ بی	خاتون	20برس	شادی شدہ	-	-	مئومبارک،رحیم یارخان	-	خبریں ملتان
5دسمبر	نسیماں بی بی	خاتون	16برس	غیرشادی شدہ	-	-	ڈہرکی،سندھ	-	خبریں ملتان
7دسمبر	رمشاء	خاتون	18برس	شادی شدہ	-	-	رحیم یارخان	-	خبریں ملتان
7دسمبر	اقصیٰ	خاتون	18برس	غیرشادی شدہ	-	-	رحیم یارخان	-	خبریں ملتان
7دسمبر	عاصمہ	خاتون	19برس	شادی شدہ	-	-	رحیم یارخان	-	خبریں ملتان
7دسمبر	جمیلہ	خاتون	25برس	شادی شدہ	-	-	رحیم یارخان	-	خبریں ملتان

تاریخ	نام	جنس	عمر	ازدواجی حیثیت	وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
7دسمبر	شمیم	خاتون	45برس	شادی شدہ	۔	۔	رحیم یار خان	۔	خبریں ملتان
8دسمبر	اقراء	رد	۔	۔	۔	۔	صادق آباد، رحیم یار خان	۔	جنگ
8دسمبر	کامران	مرد	۔	۔	۔	۔	رحیم یار خان	۔	جنگ
9دسمبر	عظمیٰ	خاتون	16برس	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خود کو جلا کر	شکر گڑھ	۔	جنگ
10دسمبر	عبدالغفار	مرد	25برس	غیر شادی شدہ	۔	خود کو گولی مار کر	پتوکی	۔	ایکسپریس
10دسمبر	عائشہ	خاتون	18برس	غیر شادی شدہ	۔	۔	فتح پور	۔	جنگ ملتان
10دسمبر	حسینہ	خاتون	28برس	شادی شدہ	۔	۔	چک عباس، رحیم یار خان	۔	جنگ ملتان
11دسمبر	وقاص احمد	مرد	40برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	فرید ٹاؤن، ساہیوال	۔	نوائے وقت
11دسمبر	نبیلہ	خاتون	۔	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	ٹرین تلے آ کر	قصور	۔	ایکسپریس
12دسمبر	عبدالکریم بھٹو	مرد	20برس	---	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	پیر منگیو تعلقہ کنگری ضلع خیر پور	--	کاوش
12دسمبر	شاہزیب جمالی	مرد	22برس	---	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	گوٹھ جمالی ضلع خیر پور	--	کاوش
12دسمبر	صابر حسین	مرد	---	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	ضلع قمبر	--	کاوش
12دسمبر	چیتن	مرد	23برس	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	ٹنڈو آدم ضلع سانگھڑ	--	کاوش
13دسمبر	مریم	خاتون	18برس	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خود کو گولی مار کر	رانا ٹاؤن، جی ٹی روڈ	۔	نوائے وقت
15دسمبر	احسان	مرد	۔	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خود کو جلا کر	بورے والا، وہاڑی		جنگ
15دسمبر	رمشاء بی بی	خاتون	۔	غیر شادی شدہ	۔	۔	رکن پور، رحیم یار خان	۔	جنگ
15دسمبر	عاطف	مرد	24برس	غیر شادی شدہ	۔	زہر خورانی	سبزہ زار، لاہور	۔	دی نیوز
15دسمبر	محمد ندیم	مرد	۔	شادی شدہ	۔	خود کو جلا کر	سروسز ہسپتال، لاہور	۔	نئی بات
16دسمبر	فیضان	مرد	۔	غیر شادی شدہ	بیروزگاری سے دلبرداشتہ	خود کو گولی مار کر	محلہ جٹاں، کوتوالی، پشاور	درج	آج
17دسمبر	ظفر	مرد	37برس	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خود کو جلا کر	سرگودھا	۔	جنگ
17دسمبر	۔	خاتون	۔	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	ڈسکہ	۔	نئی بات
14دسمبر	یاسمین مگسی	بچی	12برس	---	گھریلو جھگڑا	پھندا لے کر	ضلع لاڑکانہ	--	عوامی آواز اخبار
18دسمبر	ش۔م	خاتون	--	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	کنڈرو ضلع نواب شاہ	--	کاوش
20دسمبر	ماجدہ خاتون	خاتون	28برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	خیر پور	--	کاوش
20دسمبر	محمد عثمان	مرد	۔	شادی شدہ	نوکری سے بے دخل کرنے پر	خود کو جلا کر	لاہور	۔	نوائے وقت
20دسمبر	امبر	خاتون	۔	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	۔	فیصل آباد	۔	دی نیوز
20دسمبر	فیصل	مرد	۔	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	۔	۔	۔	دی نیوز
20دسمبر	سندس	خاتون	26برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	شاہدرہ	۔	جنگ
20دسمبر	عباس	مرد	۔	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	بھاٹی گیٹ، لاہور	۔	جنگ
20دسمبر	عالمگیر	مرد	۔	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	دریا میں کود کر	نوشہرہ	۔	نوائے وقت
21دسمبر	ڈیلو ٹھاکر	مرد	--	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	نظر پور۔ٹنڈو غلام حیدر ضلع ٹنڈو محمد خان	--	عوامی آواز
22دسمبر	عالمگیر	مرد	۔	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	دریا میں کود کر	محلہ عیسیٰ خیل بدرشی، نوشہرہ	آج	آج
22دسمبر	کانتا پرکاشی	خاتون	22برس	--	گھریلو جھگڑا	پھندا لے کر	گوٹھ غلام اکبر درس ضلع عمر کوٹ	--	کاوش
22دسمبر	فہمیدہ کبری	خاتون	26برس	--	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	گوٹھ داؤد دسہو ضلع عمر کوٹ	--	کاوش
22دسمبر	قربان جتوئی	بچہ	13برس	--	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	بر شیر روڈ ضلع لاڑکانہ	--	کاوش
23دسمبر	نادیہ بی بی	خاتون	۔	غیر شادی شدہ	۔	۔	لیاقت پور	۔	جنگ
23دسمبر	نسیم بی بی	خاتون	۔	غیر شادی شدہ	۔	۔	لیاقت پور	۔	جنگ
23دسمبر	کلیم اللہ	مرد	۔	غیر شادی شدہ	۔	۔	لیاقت پور، بہاولپور	۔	جنگ

06 جنوری 2018، لاہور: HRCP، IPSS اور SAFMA نے 'گمشدگیوں کے دور میں انسانی حقوق کا سوال' کے عنوان سے ایک سیمینار منعقد کیا اور بعدازاں ایک پرامن مظاہرہ کیا گیا

پبلشر: ندیم فاضل: پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق
"ایوان جمہور" 107۔ٹیپو بلاک، نیوگارڈن ٹاؤن، لاہور
فون: 35838341-35864994 فیکس: 35883582
ای میل hrcp@hrcp-web.org ویب سائٹ: www.hrcp-web.org
پرنٹر: مکتبہ جدیدپریس، 14ایمپرس، لاہور Registered No. LRL-15